مارچ، اپریل ۲۰۱۷ء March, April 2017

خانقاہ و درسگاہ میں برتری کی جنگ
اور مسلمانوں کا مستقبل

"۔۔۔ جماعتی حریف کے علاوہ جو لوگ بھی اس عہد میں اعلیٰ حضرت سے کسی مسئلہ میں اختلاف کر رہے ہیں تو اس کی وجہ عصبیت اور احساس کمتری ہے۔ جماعت کے بڑے، یقیناً علم و عمل اور سوچ و فکر کے اعتبار سے بڑے تھے اس لئے انہوں نے امت مسلمہ کو اعلیٰ حضرت اور دیگر اکابر علما و مشائخ سے جوڑے رکھا اور آج بھی جڑے ہوئے ہیں اور جڑ رہے ہیں گے۔ حسد کرنے والے فکری اعتبار سے چھوٹے لوگ ہیں یہ اسی عصبیت و حسد کی آگ میں جل مریں گے۔ اعلیٰ حضرت کا کچھ نہیں بگڑے گا۔۔۔"

فقیہ ملت حضرت مفتی حسن رضا نوری (صدر مفتی ادارہ شرعیہ)
سے خصوصی گفتگو

- اتحاد کا قاتل کون؟؟
- ہندوستان کا بدلتا سیاسی منظر نامہ
- امام احمد رضا اور چشتی مجدد دین اسلام
- خطا کا حقیقی مفہوم اور بے علموں کی جرات خطا

چیف ایڈیٹر
ڈاکٹر امجد رضا امجد

مسلکِ اعلیٰ حضرت و جمہور علماء اہلسنت کے افکار و نظریات کا ترجمان

دو ماہی

الرّضا

انٹرنیشنل پٹنہ

جلد نمبر ۲ — شمارہ نمبر ۸

Bimonthly **AL-RAZA** (International) Patna

مارچ، اپریل ۲۰۱۷ء، جمادی الآخر، رجب المرجب ۱۴۳۸ھ

مراسلت و ترسیل زر کا پتہ

دو ماہی 'الرضا' انٹرنیشنل، پٹنہ

ہیرا کامپلیکس، قطب الدین لین، نزد دریاپور مسجد

سبزی باغ، پٹنہ 800004 رابطہ: 9835423434 / 8521889323

ای میل: alraza1437@gmail.com

Bimonthly **AL-RAZA** (International) Patna
C/o. Ahmad Publications Pvt. Ltd.
Hira Complex, Qutubuddin Lane, Near Daryapur Masjid,
Sabzibagh, Patna - 4, E-mail: alraza1437@gmail.com,
Contact / Telegram / Whtsapp: 8521889323

رابطہ: (مدیر اعلیٰ) amjadrazaamjad@gmail.com/9835423434

پتہ: القلم فاؤنڈیشن نزد شادی محل، سلطان گنج پٹنہ ۶ (بہار)

قیمت فی شمارہ: ۲۵ روپے، سالانہ ۱۵۰ روپے بیرون ممالک سالانہ ۲۰ امریکی ڈالر

گول دائرے میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کا زر سالانہ ختم ہو چکا ہے برائے کرم اپنا زر سالانہ ارسال فرمائیں تاکہ رسالہ بروقت موصول ہو سکے۔

پرنٹر پبلشر احمد رضا صابری ڈائریکٹر احمد پبلیکیشنز (پرائیویٹ لمیٹیڈ) نے سبزی باغ سے طبع کر کے دفتر دو ماہی الرضا انٹرنیشنل، پٹنہ سے شائع کیا۔

مشمولات

مشمولات

منظومات

- حسان الہند امام احمد رضا قادری — منقبت در شان خواجہ غریب نواز (استاذ زمین علامہ حسن رضا بریلوی) — ۳

اداریہ

- خانقاہ و درسگاہ میں برتری کی جنگ اور مسلمانوں کا مستقبل — ۴

تاثرات

- مولانا محمد کیف رضا قادری رضوی سیتاپور، مولانا مستقیم احمد رضوی ناگپور
مولانا محمد رضا صابری مصباحی، سیتامڑھی — ۹

تنقید و احتساب

- خداوندا! یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں — مفتی ذوالفقار خاں نعیمی — ۱۲
- اہل قبلہ کی تکفیر اور فتاویٰ امارت شرعیہ — ڈاکٹر محمد امجد رضا امجد — ۲۰

فکر امروز

- اتحاد کا قاتل کون — ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری — ۲۷
- ہندوستان کا بدلتا سیاسی منظر نامہ — مولانا طارق رضا مصباحی — ۳۳

مصاحبات

- فقیہ ملت مفتی محمد حسن رضا نوری: صدر مفتی ادارہ شرعیہ بہار پٹنہ — ۳۹

مطالعہ رضویات

- کنز الایمان شاہکار ترجمہ قرآن — مولانا ملک الظفر سہسرام — ۴۲

عرفان مطالعہ

- تذکرہ سلطان الہند خواجہ غریب — حضرت سید شاہ تقی حسن بلخی — ۴۸
- امام احمد رضا اور چشتی مجددین اسلام — مولانا ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی — ۵۰

سوشل میڈیا کے تراشے

- تکفیر دیابنہ کے حوالے سے ایک مغالطہ کا جواب — مولانا میثم عباس قادری پاکستان — ۵۶
- خطا کا حقیقی مفہوم اور بے علموں کی جرأت خطا — مولانا محمد زاہد رضا ثقافی — ۶۲

■ ■ ■

منظومات

کیوں یہ دن دیکھتے پاتے جو بیابان عرب

حسان الہند امام احمد رضا قادری

پھر اٹھا ولولۂ یاد مغیلان عرب
پھر کھنچا دامن دل سوئے بیابان عرب

باغ فردوس کو جاتے ہیں ہزاران عرب
ہائے صحرائے عرب ہائے بیابان عرب

میٹھی باتیں تیری دین عجم ایمان عرب
نمکیں حسن تیرا جان عجم شان عرب

اب تو ہے گریہ خوں گوہر دامان عرب
جس میں دو لعل تھے زہرا کے وہ تھی کان عرب

دل وہی دل ہے جو آنکھوں سے ہو حیران عرب
آنکھیں وہ آنکھیں ہیں جو دل سے ہوں قربان عرب

ہائے کس وقت لگی پھانس الم کی دل میں
کہ بہت دور ہے وہ خار مغیلان عرب

فصل گل لاکھ نہ ہو وصل کی رکھ آس ہزار
پھولتے پھلتے ہیں وہ بے فصل گلستان عرب

صدقے ہونے کو چلے آتے ہیں لاکھوں گلزار
کچھ عجب رنگ سے پھولا ہے گلستان عرب

عندلیبی پہ جھگڑتے ہیں کٹے مرتے ہیں
گل و بلبل کو لڑاتا ہے گلستان عرب

صدقے رحمت کے کہاں پھول کہاں خار کا کام
خود ہے دامن کش بلبل گل خندان عرب

شادی حشر ہے صدقے میں چھٹیں گے قیدی
عرش پر دھوم سے ہے دعوت مہمان عرب

چرچے ہوتے ہیں یہ کمھلائے ہوے پھولوں میں
کیوں یہ دن دیکھتے پاتے جو بیابان عرب

تیرے بے دام کے بندے ہیں رئیسان عجم
تیرے بے دام کے بندی ہیں ہزاران عرب

ہشت خلد آئیں وہاں کسب لطافت کو رضاؔ
چار دن برسے جہاں ابر بہاران عرب

□□□

منقبت درشان خواجہ غریب نواز

استاذ زمن علامہ حسن رضا بریلوی

خواجۂ ہند وہ دربار ہے اعلیٰ تیرا
کبھی محروم نہیں مانگنے والا تیرا

مئے سر جوش در آغوش ہے شیشہ تیرا
بے خودی چھائے نہ کیوں پی کے پیالہ تیرا

خفتگانِ شبِ غفلت کو جگا دیتا ہے
سالہا سال وہ راتوں کا نہ سونا تیرا

ہے تری ذات عجب بحرِ حقیقت پیارے
کسی تیراک نے پایا نہ کنارا تیرا

گلشن ہند ہے شاداب کلیجے ٹھنڈے
واہ اے ابرِ کرم زورِ برسنا تیرا

مجھ میں ہیں تربیتِ خضر کے پیدا آثار
بحر و بَر میں ہمیں ملتا ہے سہارا تیرا

پھر مجھے اپنا درِ پاک دکھا دے پیارے
آنکھیں پُر نور ہوں پھر دیکھ کے جلوہ تیرا

ظِلّ حقِ غوث پہ، ہے غوث کا سایہ تجھ پر
سایہ گستر سرِ خدام پہ سایہ تیرا

تجھ کو بغداد سے حاصل ہوئی وہ شانِ رفیع
دنگ رہ جاتے ہیں سب دیکھ کے رُتبہ تیرا

کیوں نہ بغداد میں جاری ہو ترا چشمۂ فیض
بحرِ بغداد ہی کی نہر ہے دریا تیرا

کرسی ڈالی تری تختِ شہِ جیلاں کے حضور
کتنا اُونچا کیا اللہ نے پایا تیرا

رشک ہوتا ہے غلاموں کو کہیں آقا سے
کیوں کہوں رشک دہِ بدر ہے تلوا تیرا

جب سے تو نے قدم غوث لیا ہے سر پر
اولیا سر پر قدم لیتے ہیں شاہا تیرا

محیِ دیں غوث ہیں اور خواجہ معین الدیں ہے
اے حسنؔ کیوں نہ ہو محفوظ عقیدہ تیرا

□□□

اداریہ

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ

خانقاہ ودرس گاہ میں برتری کی جنگ
اور مسلمانوں کا مستقبل

امت مسلمہ ابھی کئی فتنوں سے دوچار ہے اور المیہ یہ ہے کہ کہیں بھی ان کا کوئی قائدو کمانڈر نہیں، جن کے اندر صلاحیت ہے وہ مجبور ومحسود ہیں اور جو صلاحیتوں سے عاری ہیں وہ قائدانہ نمائش کے لئے آمادۂ آزار و پیکار۔ عالمی سطح پر مسلمانوں کی جو صورت حال ہے اس سے صاف واضح ہے کہ وہ یہود ونصاریٰ کی زد میں ہیں اور صیہونیت کا منحوس سایہ انہیں روز بروز اپنے شکنجہ میں کستا جارہا ہے۔ خطہ عرب میں صدام حسین کی حیات تک امن وامان اور اسلامی شوکت وسطوت کا جو قابل فخر منظر تھا وہ ان کی شہادت کے بعد اوراق پارینہ بن چکا ہے۔ اب وہاں موت آسان ہے اور زندگی مشکل۔ سسکیاں سستی ہیں اور مسکراہٹ مہنگی۔ ہر طرف تحیر زدہ آنکھیں ہیں اور احساس سے محروم متنفس لاشوں کا پر ہیب منظر۔ مسجدوں میں بلاسٹ، مزارات ومقابر پہ بمباری، شادی ہالوں میں خودکش حملے، قافلے پہ یلغار، گھروں میں دہشت کا ماحول اور باہر خوف وہراس کا پہرا۔ کیا اسی کا نام زندگی ہے؟ یہ زندگی تو اس موت سے زیادہ گراں بار ہے جو گھر کے پرسکون ماحول میں صرف ایک بار آتی ہے، مگر یہ زندگی بڑی بوجھل ہے جو ماں باپ بیٹے بھائی بہن کی بے گوروکفن لاشیں ،بکھرے ہوئے اعضا اور ملبہ کے نیچے دبے ہوئے شہیدوں کو بار بار دیکھ کر جینی نہیں مر مر کر جھیلنی پڑتی ہے۔

اپنے ملک کے حالات بھی عالمی صورت حال سے الگ نہیں، وہاں صیہونیت کا شکنجہ ہے تو یہاں شیطانیت کا پھندہ، جس کی گرہ مسلمانوں پہ روز بروز تنگ ہوتی جارہی ہے۔ جان مال عزت وآبرو اور اسلام وشعائر اسلام ہر چیز فسطائی قوتوں کے نشانہ پر ہے اور مسلمانوں کا مستقبل تاریکیوں میں کہیں گم۔ جابجا اذاں پر پابندی، قبرستان پر قبضہ، مسجدوں پر بھگوا جھنڈا لہرانے کوشش، ہانڈیوں کی تلاشی، اقتصادی طور پر مسلمانوں کی کمزور کردینے کا منظم پلان، چمڑے کی قیمتوں کو بے معنیٰ بنا کر مدارس اسلامیہ کو بند کرادینے کی سازش، طلاق ثلٰثہ کو مسلم عورتوں کا حق بتا کر مسلم پرسنل لا میں مداخلت کا ناپاک منصوبہ اور ڈرامائی انداز میں فتح ثابت کر کے اپنے ناپاک عزائم کو روبہ عمل لانے کا اعلان۔ یہ ہندوستانی مسلمانوں کو درپیش مسائل کی ایک جھلک ہے مگر اس ہنگامۂ حشر کے باوجود نہ ملکی سطح پر ہم منظم ہوسکے اور نہ صوبائی سطح پر۔ نہ ہماری انفرادی سوچ میں تبدیلی آئی اور نہ اجتماعی فکر میں۔ نہ ملکی سطح پر ہم کسی کو اپنا قائد مان سکے اور نہ صوبائی طور پر۔ فسطائی طاقت سینکڑوں اختلافات رکھنے کے باوجود تمام برادرانہ عصبیت اور اونچ نیچ کی تفریق بھول کر ''ہندتو'' کے نام پر ایک ہوگئی مگر ہم اللہ والے **واعتصموا بحبل اللہ** کی تعویذ لٹکا کر بھی ایک نہیں ہوسکے۔ آج تک ہمارا نعرہ دلخراش یہی ہے کہ ہمارا پیر بڑا ہے اور ہماری خانقاہ بڑی، ہماری نسل محترم ہے اور ہمارا ادارہ ممتاز۔ اب ہم مریدان نفس ستم زاد کو کون سمجھائے کہ پیر وہی اچھا ہے جو متبع سنت ہو اور حق کا نقیب، خانقاہ وہی بڑی ہے جس کی سوچ آفاقی ہو اور کارنامہ شریعت کے ساتھ طریقت کا بھی علم بردار، نسل وہی محترم ہے جسے شرافت نسل کا احساس اور دل رضائے الٰہی کا طالب، ادارہ وہی ممتاز ہے جو اپنے منشور کا پاسدار ہو اور نسل نو کا مستقبل

ساز۔ اگر یہ چیزیں نہیں ہیں تو امتیازیت وانفرادیت کا دعویٰ پندار نفس کے ڈھنڈورچی کے سوا اور کیا ہے۔

یہ دور وہ ہے کہ ہمیں احتساب نفس کے ساتھ امت کی پیشوائی کا فریضہ انجام دینا ہے، اپنے مذہب اور مذہبی شعائر کے تحفظ کے لئے بکھری ہوئی قوتوں کا مجتمع کرنا ہے اور موجودہ نسل کے اندر دینی حمیت اور غیرت اسلامی کا جذبہ بیدار کرنا ہے تا کہ ان کے اندر حالات کی سنگینی کا مقابلہ کرنے کی سکت پیدا ہو، مگر اس فریضے کی ادائے گی کے بجائے ہم علمی افلاس، نفس آخرت کشی اور جوش تعصب میں ہم وہ کام کرتے جارہے ہیں جس سے درسگاہ وخانقاہ کی عظمت پامال اور ہماری حیثیت عرفی مجروح ہورہی ہے۔ نو جوان نسل ان حالات میں ہم سے امیدیں باندھے بیٹھی ہے مگر ہم ہیں کہ اپنی برتری جنگ میں ان کا مستقبل تاریک کرتے جارہے ہیں۔

یہ جائے ماتم نہیں تو اور کیا ہے کہ جہاں دعویداران اسلام کا ہر فرقہ داخلی اختلافات کا شکار ہے، اہل سنت و جماعت کے افراد بھی جو علم سے علاقہ، تصوف پہ یقین، خانقاہوں سے ربط، اور اسلاف سے محبت کی شناخت رکھتے ہیں ایک دوسرے کی پگڑیاں اچھالنے میں مصروف ہیں۔ خانقاہ سے لے کر درسگاہ تک یہ زہر اس طرح سرایت کر چکا ہے کہ اب اندرون خانہ سے تلامذہ ومریدین تک اس کے اثرات پہنچ گئے ہیں اور سوشل میڈیا ان کی آپسی چپقلش کی گرم بازاری کا شکار ہورہا ہے۔ خانقاہوں میں جنگ، علما میں حسد، طلبہ میں تنافر، فارغین میں تنازع اور مریدین میں نعرہ مبارزت، یہ ہے ہماری دینداری کا منظر نامہ اور یہ ہے کُنتُم خَیرَ اُمَّۃ کے حاملین کی سوچ کا محور۔

آج آمرانہ ذہنیت کی وبا عام ہے، ہر شخص دوسرے کو زیر کرنے کے در پے ہے اور اپنی طبیعت کے مطابق فیصلہ لینے پر آمادہ و مصر۔ فیصلہ اگر حسب خواہ ہوا تو سر آنکھوں پہ ورنہ سات پشتوں کا کھنگال دینا بھی دینی خدمت۔ اس معاملہ میں دو نظیریں بہت تازہ ہیں جس سے ابھی ہندوستان کا جنوبی وشمالی علاقہ جھلس رہا ہے، جن میں سے ایک کا تعلق جناب سید سبطین حیدر صاحب سے ہے تو دوسرے کا جناب مولانا سنابل رضا صاحب سے۔ ان دونوں صاحبان نے اپنی طبیعت وعصبیت کو جس طرح شریعت کا لبادہ اڑھایا ہے وہ مقام تحیر نہیں قابل افسوس ہے۔ جناب سبطین حیدر صاحب نے خانقاہ برکاتیہ کے صاحب سجادہ امین ملت حضور سید شاہ امین میاں صاحب قبلہ مدظلہ کے خلاف حضور تاج الشریعہ دام ظلہ سے فتویٰ لینا چاہا مگر تاج الشریعہ نے شرعی تقاضے کے تحت ان کے خلاف اور سبطین میاں کی طبیعت کے مطابق فتویٰ نہیں دیا اس لئے سبطین میاں تاج الشریعہ کے دشمن ہو گئے اور آج تک اسی ناکردہ جرم کی پاداش میں جناب سبطین میاں ان کی مخالفت پر آمادہ ہیں، ان کی مخالفت میں کتنی اسلامی غیرت وحمیت اور رضائے الٰہی واخلاص کا جذبہ کار فرما ہے، دینی جذبہ رکھنے والے حضرات بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔ اس جوش تعصب میں وہ یہاں تک پہنچ گئے کہ اپنے طاہر ومطہر خانوادہ کے بزرگوں کے بھی احوال واقوال کے مخالف ہو گئے، حتیٰ کہ حدیث افتراق امت کا بھی انہوں نے انکار کر دیا جسے علما وفقہا ہی نہیں مشائخ عظام بھی اپنی کتابوں میں لکھتے اور اسے صحیح بتاتے آئے ہیں۔ اب انکار حدیث کے بعد بھی دعویداران تصوف ان کا احتساب کرنے کے بجائے انہیں صرف اس لئے اپنی پلکوں بٹھائیں کہ یہ ''تاج الشریعہ'' کے مخالف ہیں تو خدا کے یہاں ان کا یہ عمل انہیں کتنا محبوب ومکرم بنانے والا ہے وہ خود ہی غور فرمالیں۔

جناب مولانا سنابل رضا صاحب جس خانقاہ کے فرد ہیں وہ خانقاہ رضویہ بریلی شریف ہی کی شاخ ہے، اور مرکز سے شاخ کا تعلق جیسا ہونا چاہئے ویسا یہاں کا معاملہ رہا بھی ہے ''فتاویٰ رضویہ عام کریں گے دین کا ہم کام کریں گے'' ان کا نعرہ ہی تھا، مگر ادھر جناب مولانا سنابل رضا صاحب نے حضرت محدث کبیر اور اپنے مابین جاری تنازع میں جب تاج الشریعہ کے یہاں دائر مقدمہ کا فیصلہ اپنے حق میں نہیں پایا تو وہ حضور تاج الشریعہ کے مخالف ہو گئے اور ایسی حرکتوں پر اتر آئے جسے نہ شرافت کہا جا سکتا ہے اور نہ دینی حمیت۔ نفرتوں کی اسی صحرا نوردی میں وہ فتاویٰ تاج الشریعہ کی ایک ایسی عبارت تک پہنچ گئے جس میں سجدہ تعظیمی کے جواز سے متعلق

حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر فقہا کے حوالہ سے صرف اتنا ہے کہ

''اور حضرت محبوب الٰہی اور ان بعض فقہا پر طعن جائز نہیں بلکہ ان کے ساتھ حسن ظن اور ان کا احترام لازم ہے اور حسن ظن یہ ہے کہ ان حضرات سے اس مسئلہ میں خطاً ایسا ہو گیا''

اس تین جملے میں تین تاکید استعمال کی گئی ہے (۱) طعن جائز نہیں (۲) حسن ظن اور احترام لازم (۳) خطاً ایسا ہو گیا۔ مگر اس کے باوجود جناب سنابل رضا صاحب نے ''حضرت محبوب الٰہی اور خطا'' کو جوڑ کر وہ معنی پیدا کر دیا کہ شیطان بھی سو بار سر کھجائے۔ اور ''کوا کان لے گیا'' کا محاورہ ثابت کرتے ہوئے ہفت روزہ ''خطیب دکن'' نے بھی وہ کارنامہ انجام دیا کہ اسلام مخالف میڈیا بھی شرم سے پانی پانی ہو جائے۔ کل جب جماعت میں توڑ پھوڑ مچانے والے خوشتر نورانی صاحب نے اپنے رسالہ جام نور میں لکھا تھا کہ

انیسویں صدی کے نصف اخیر کے بعد علم وفن اور شریعت وطریقت کے ان روحانی مراکز (خانقاہوں) کو گرہن لگ گیا اور جانشینان مسند روحانیت میں علم وفن اور تزکیہ نفوس کی جگہ طریقت کی راہ میں مطلوبہ اخلاقی بحران، خدمت خلق خدا و دین کے جذبہ سے محرومی، زرطلبی، جاہ وحشم، خود پسندی وخود نمائی اور ظاہری رعونت نے لی۔ عیش پسندی نے ان کے دلوں اپنی دیرینہ روایات کو اس طرح مٹا دیا ہے کہ یہ غیر ضروری رسم ورواج آج ان کی اعلیٰ ترجیحات میں شامل ہو گئے ہیں۔ مگر عقیدت مندوں کی اس دنیا میں ان کی ''جرأت عصیاں'' پر کوئی قدغن لگانے والا نہیں اور وہ علمائے ربانیین جو اہل سنت کو خرابات دوراں سے گریز کی تعلیم دیتے ہیں اور گم رہی سے انہیں روکتے ہیں وہ اس مسند نشینوں کی توہین وتنقیص کا نشانہ بنتے ہیں'' (قلم کی جسارت، ص ۱۵۲)

تو بہت سارے افراد نے اسے غلو و گستاخی سے تعبیر کیا تھا مگر آج ایک سیدھی سچی بات کو غلط معنیٰ ومفہوم پہنا کر جس طرح بے علمی وحقائق ناشناسی کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے اس سے کون کہہ سکتا ہے مدیر جام نور یہ بات غلط کہی تھی۔ اس سے قبل کہ خطیب دکن میں شائع عہد جدید کے صوفیہ کے اظہار خیالات پہ نظر ڈالی جائے پہلے لفظ ''خطا'' پر بھی ایک نظر ڈالیں تاکہ تاج الشریعہ کے حوالہ سے اقتباسات میں مستعمل ''محترم القابات'' کی تلخی سے قارئین آشنا ہو سکیں۔

لغت میں ''خطا'' بھول چوک اور صواب کی ضد کے معنی میں ہے اور قریب قریب اسی معنی میں ''لغزش نسیان زلت'' بھی ہے اور ان تمام الفاظ کا استعمال بزرگوں نے دوسرے بزرگوں کے لئے کیا ہے بلکہ انبیائے کرام کے بارے میں بھی لفظ ''زلت'' کا استعمال ہے چنانچہ حضرت سید اکبر حسینی علیہ الرحمہ والرضوان نے ''نبی سے گناہ سرزد ہو سکتا ہے کہ نہیں'' کے جواب میں اپنی کتاب ''کتاب العقائد'' میں لکھا ہے

وحی کے بعد نبی سے قصداً معصیت سرزد نہیں ہو سکتی، اگر وحی کے بعد ایسا ہو تو وہ بطریق زلت ہوتا ہے۔ ان کا قصد وارادہ تو مشروع ہوتا ہے لیکن غیر ارادی لغزش معصیت بن جاتی ہے'' ص ۹۷

ملفوظات خواجہ بندہ نواز گیسو دراز رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو ''جوامع الکلم'' کے نام سے ہے اس کے صفحہ ۱۸۴ پر ایک سرخی لگائی گئی ہے جس کا عنوان ہے ''امام حسن علیہ السلام سے ایک لغزش''

حضرت امام ربانی کے ''مکتوبات امام ربانی'' دفتر اول حصہ پنجم: ص ۷۷ میں ہے

سالک کا کشف الہام ووحی سے ثابت شدہ احکام سے مخالفت کی صورت میں خطا اور غلط ہے تو اپنے قول کو علما کے قول پر مقدم رکھنا حقیقت میں نازل شدہ احکام قطعیہ پر مقدم رکھنے کے مترادف ہے اور یہ عین ضلالت اور محض خسارہ ہے''

اب خاص اس عمل میں مولانا سنابل رضا صاحب حضرت شیر بیشہ اہل سنت کا طریقہ وعمل دیکھیں وہ ایک مسئلہ میں حضرت ملا علی قاری کے بارے میں لکھتے ہیں

ہاں ملاعلی قاری رحمۃ اللہ الباری کی شرح میں اگر وہ عبارت نہیں ہوتو بے شک اس مسئلہ میں ان سے غلطی ہوئی اور انہوں نے تشدد سے کام لیا جو یقینا غلط ہے مگر کوئی معصوم نہیں''

غور فرمائیں انبیا کے لئے لغزش، امام حسن مجتبیٰ کے لئے لغزش، سالکوں کے لئے ''خطا اور غلط'' حضرت ملاعلی قاری کے لئے یقینا ''غلط ہے'' لکھا گیا یا نہیں؟ کیا اب کوئی کہنے کی جرأت کرسکتا ہے کہ معاذ اللہ! حضرت سید اکبر حسینی، حضرت خواجہ بندہ نواز، حضرت مجدد الف ثانی علیہم الرحمہ والرضوان اور حضرت شیر بیشہ اہل سنت علیہ الرحمہ نے بھی گستاخیاں کی ہیں؟ جب یہاں یہ الفاظ برسوں سے لکھے اور پڑھے جارہے ہیں اور کوئی انہیں ''گستاخی'' نہیں سمجھتا تو حضرت محبوب الٰہی کے لئے ''خطاً'' کہہ دینا کیسے گستاخی ہوگئی؟ کیا اس سے صاف واضح نہیں ہوتا کہ یہی وہی طبیعت کے مطابق فتویٰ نہیں ملنے کا بخار ہے جو حضرت محبوب الٰہی سے محبت کے پردہ میں باہر آگیا ہے۔ یا پھر ایسا ہے کہ انبیا کرام علیہم السلام اور حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے ''لغزش'' کا قبول ہے مگر حضرت محبوب الٰہی کے لئے اجتہادی خطا بھی ناقابل قبول؟ حضور تاج الشریعہ نے تو حد ادب میں فرمایا ''حضرت محبوب الٰہی اور ان بعض فقہا پر طعن جائز نہیں بلکہ ان کے ساتھ حسن ظن اور ان کا احترام لازم'' مگر حضرت مجدد مکتوبات حصہ چہارم دفتر اول میں تو یہاں تک فرماتے ہیں:

''صوفیہ کا عمل حل وحرمت میں سند نہیں ہے، صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ہم انہیں معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کا امر اللہ تعالیٰ کے سپرد کریں یہاں امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد کا قول معتبر ہے نہ ابوبکر شبلی اور ابی حسن نوری کا عمل''

مزید فرماتے ہیں

''صوفیہ کا جو کلام علمائے اہل سنت کے اقوال کے موافق ہوگا وہ مقبول ہوگا اور غیر موافق غیر مقبول ہوگا'' اسی صفحہ میں یہ بھی ہے ''صوفی سے اگر ایسا کلام صادر ہو جو شریعت کے مخالف ہو جو غلبہ حال اور سکر کے وقت میں یہ کشف کے باعث ہو تو اس کو معذور قرار دیا جائے گا اور اس کا یہ کشف غیر صحیح ہوگا''

(مکتوبات امام ربانی دفتر اول حصہ پنجم: ص ۹۰۸)

ان تفصیلات کی روشنی میں غور فرمایا جائے کہ حدیث مبارکہ میں مجتہد کی جس خطا پر ایک اجر کی بشارت دی گئی، اور جس خطا کو علما عرفا فقہا نے اپنے ہم عصر و ماسبق علما عرفا فقہا کے لئے استعمال کیا اور کسی نے اسے گستاخی نہیں سمجھا آج وہی لفظ تاج الشریعہ کے ذریعہ استعمال کردینے سے گستاخی کیسے ہوگئی؟ اب بتایا جائے کہ ناکردہ جرم کے خلاف اس طرح واویلا مچانا قرین انصاف ہے؟ کیا اسی کا نام تصوف، اخلاص اور خانقاہیت ہے؟ اگر ان حضرات کو ''ہم چنیں دیگرے نیست'' کی دعویداری کے ساتھ بزرگوں کی کتابیں پڑھنے کی توفیق مرحمت ہوتی تو اپنے عہد کے صاحب شریعت وحامل طریقت بزرگ تاج الشریعہ کی حرمت وتوقیر سے کھیلنے بجائے کھلواڑ کرنے والے کی سرزنش کرتے۔ ان محبت اولیا کے دعویداروں نے تاج الشریعہ کے خلاف کیسے کیسے مہذب جملے استعمال کئے ہیں قارئین اسے بغیر تبصرہ کے ملاحظہ کریں کہ یہ طبقہ شرفا کے الفاظ ہیں جس پر تبصرہ کرنا جرم ہے

"تحقیق کے نام پر جہالت دکھاتے ہوئے (سید فرد الحسن چشتی) "اجارہ داری کرتے ہوئے، فتویٰ بازی کرتے آئے، اپنی باطنی خباثت کا اظہار کیا ہے، احمقانہ حرکت، صوفیہ کرام سے بغض وعناد، (مولانا سید شاہ اسرار حسین: آستانہ عالیہ) اکابر کی راہ سے ہٹ کر گمراہی میں مبتلا، علی شیر خدا کی شان میں گستاخی کے مرتکب (پیر سید شبیر نقشبندی درگاہ کمیٹی اجمیر شریف) ہمہ دانی کا مزاج لئے، ان کی بدبختی، (مولانا صوفی شاہ مظفر علی ابوالعلائی)

تاج الشریعہ کی پوری زندگی میں کوئی جملہ ایسا کوئی دکھا سکتا ہے کہ انہوں نے اپنے سخت سے سخت معاند کے لئے اتنی سطحی ذہنیت کا مظاہرہ کیا ہو، قارئین تاج الشریعہ کے فتویٰ کی عبارت پر ایک بار پھر غور فرمائیں کیا پڑھے لکھے لوگ کبھی بھی اس سے حضرت محبوب الٰہی کی توہین واہانت سمجھ سکتے ہیں؟ اور جو توہین سمجھیں گے کیا وہ پڑھے لکھے کہلانے کے مستحق ہیں؟

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جس شخصیت کے بارے میں اتنا کچھ لکھا جارہا ہے وہ بھی کوئی ایسے ویسے نہیں بلکہ مقبول بارگاہ الٰہ اور کروڑوں مریدین کے مرشد ہیں، جو متبع سنت اور تقویٰ وخشیت کا مظہر ہیں، جنہیں آج تک کسی نے کسی سنت کا تارک نہیں دیکھا، جن کے خلفا و مریدین کا سلسلہ عجم ہی نہیں عرب مما لک تک تھا پھیلا ہوا ہے، جنہوں نے آج تک ذاتی طور پر کسی کی دل آزاری نہیں کی فتویٰ میں جن کی زبان سنجیدہ وشستہ رہی اور ہے۔ یہ زمانہ کے لئے مثال ہے کہ حضور تاج الشریعہ نے اتنا ہنگامہ حشر ہونے کے باوجود کسی سے باز پرس نہیں کی، اور نہ کسی کے خلاف کوئی احتسابی بیان نہیں دیا۔ ان کی شخصیت

ایں تقوی ام بس است کہ چوں زاہدانِ شہر
ناز وکرشمہ برسر منبر نمی کنم

کی زندہ مثال ہے۔ جس سے نفس ستم کوش زدہ حضرات کو سبق لینا چاہئے۔ تصوف جس شے کا نام ہے وہ تاج الشریعہ کے یہاں بدرجہ اتم موجود ہے یہ ہمارا دعویٰ نہیں وہ حقیقت ہے جو ہر شخص اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور ہر انصاف پسند وحق گو فرد اس کا اقرار واظہار کررہا ہے۔

حضرت محبوب الٰہی سے لفظ خطا کو جوڑ کر جس طرح کرم فرما حضرات نے تاج الشریعہ کے خلاف ''سنامی کی لہر'' نام سے مہم چلائی اس سے ہر ہر دل دکھی ہوا، اور ہر دکھی دل تاج الشریعہ سے حسد رکھنے والے افراد کی علمی بے بضاعتی وغیر تصوفانہ عمل پہ حیرت زدہ۔ اس صورت حال کے سبب تاج الشریعہ کے فیض یافتہ علما فضلا اور مشائخ نے حقیقت کے اظہار میں کوتاہی نہیں برتی اور سوشل میڈیا پر مضامین ورسائل کے انبار لگادئے۔ اور اگر یہ روش قائم رہی تو تاج الشریعہ کے دامن کرم سے وابستہ افراد اپنی بیزاری کے اظہار کے لئے یقینا مجبور ہوں گے اور یقینا یہ عمل دونوں طرف سے اپنی قوتوں کو ضائع کرنے کے مترادف ہوگا۔ جو کسی طرح بھی ہندوستانی مسلمانوں کے مفاد میں نہیں ہے۔

خانقاہ ودرسگاہ میں آج جو برتری کی جنگ اور ''ہم چنیں دیگرے نیست'' کا نعرہ دلخراش ہے، وہ امت مسلمہ کی تباہی کا پیش خیمہ ہے۔ وہ خانقاہیں جو ماانا علیہ واصحابی کی حقیقی امین اور اہل سنت وجماعت کے معتقدات پہ یقین رکھتی ہیں ان کے درمیان اختلاف حیرت انگیز ہے۔ یہ صحیح ہے کہ صلح کلیت کسی بھی درجہ میں ہمارے قابل قبول نہیں مگر جہاں یہ عفریت نہیں وہاں تنازع کیوں؟ جب اختلاف کی شرعی کوئی بنیاد نہیں تو پھر اختلاف ہوائے نفس کی سوا کچھ نہیں اور جہاں اختلاف کی کوئی شرعی بنیاد ہے وہاں اختلاف کرنے والوں سے اختلاف کرنا جادہ حق سے عدول کی علامت ہے، جو نہ کسی خانقاہ کو قبول ہونا چاہئے اور نہ کسی سنی درسگاہ کو۔ اس لئے حالات کا جبری تقاضہ ہے کہ سنی خانقاہوں اور سنی درسگاہوں کے درمیان مطلوبہ اتحاد پیدا کیا جائے، ماضی کے ان رشتوں کا احیا کیا جائے جس نے امت کو مربوط اور جماعت کو مستحکم رکھا تھا۔ خدا کرے ہمیں حالات کی سنگینی کو سمجھنے اور بچھڑے ہوئے حالات پہ قابو پانے کی توفیق مل جائے
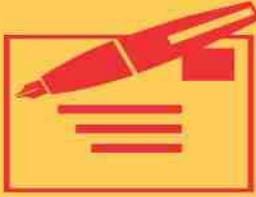
قارئین کے تاثرات

نوٹ: مضامین کی کثرت کے سبب تاثرات روک لیے گئے ہیں، جن حضرات نے اپنے گراں قدر تاثرات ہمیں ارسال کیے ہیں وہ خفا نہ ہوں، ان شاء اللہ اگلے شماروں میں شائع کر دیے جائیں گے۔

الرضا امید کی ایک کرن بن کر سامنے آیا

مولانا محمد کیف رضا قادری رضوی
سیتاپور یوپی

حضرت ڈاکٹر مفتی امجد رضا امجد قبلہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کی ادارت میں شائع ہونے والا دو ماہی الرضا انٹرنیشنل مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا نقیب و ترجمان ہے۔۔ الرضا کے تمام شمارہ مطالعہ میں آرہے ہیں۔ تمام مضامین عمدہ سے عمدہ تر ہوتے ہیں، بالخصوص اداریہ سے میں بہت متاثر ہوں جس جرأت اور بے باکی سے آپ نے مخالفین کو للکارا وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

پچھلے کچھ سالوں سے جام نور نے جماعت اہل سنت میں اختلاف اور انتشار کا ماحول برپا کر رکھا ہے مدیر جام نور خوشتر صاحب نے مسلک بیزار قلمکاروں کے لیے جام نور کی شکل میں ایک پلیٹ فارم مہیا کر دیا تھا جہاں سے وہ مسلک اعلیحضرت پر کھل کر حملہ کر رہے تھے۔ ایسے ماحول میں دو ماہی الرضا امید کی ایک کرن بن کر سامنے آیا اور مسلک اعلیٰ حضرت پہ ہونے والے حملے کا نہ صرف بھرپور انداز میں دفاع کیا بلکہ خوشتر نورانی صاحب کو گھر واپسی کی دعوت دی۔۔۔ میں الرضا انٹرنیشنل کی پوری ٹیم کو مبارکباد پیش کرتا ہو اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس رسالہ کو نظر بد سے بچائے اور اس سے خوب خوب دین و سنیت کی خدمت ہو۔۔۔۔۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

□□□

دور جدید کا مستقبل ساز رسالہ

مولانا مستقیم احمد رضوی: بانی و مہتمم مدرسہ گلشن بغداد
تاج آباد شریف۔ ناگپور

عالی جناب مدیر الرضا السلام علیکم ورحمہ

الرضا کا تازہ شمارہ)(جنوری فروری 2017)مطالعہ میں آیا۔ اداریہ سے لے کر دیگر تمام مشمولات عمدہ ہیں مگر اداریہ میں آپ نے اختلافی مسائل میں تاج الشریعہ کے علمی و احتیاطی پہلو کی جس طرح وضاحت کی ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

بلاشبہ جماعت میں جس طرح نیی فکر کے حامل افراد نے اٹھاپٹک کا ماحول بنایا ہے اس پر اکابر کی خاموشی اچھی بات نہیں ہے۔ اس پر اکابر ہی کو غور کرنے ہی کا نہیں ایکشن لینے کا ہے۔ اس بات کو بڑی سنجیدگی سے آپ نے نبھایا ہے اس پر آپ مبارک باد کے مستحق ہیں۔

ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم صاحب کا انٹرویو بھی بہت معلوماتی اور فکر انگیز ہے۔ مدرسہ سے یونیورسیٹی جانے والے افراد اس انٹرویو سے سبق حاصل کریں اور اپنی سوچ میں بدلاو لانے کی کوشش کریں۔ جمیعۃ العلما کے حوالہ سے آپ کے اداریے اور مفتی ذوالفقار نعیمی کا مقالہ بہت چشم کشا ہے۔ یونہی تحقیقات اسلامی کالم میں ختم نبوت کے موضوع پر مفتی ناظر اشرف صاحب اور توسل وندا کے عنوان سے سید شاہ تقی حسن بلخی علیہ الرحمہ کا مقالہ بے حد جاندار و شاندار ہے ان سارے مقالہ نگاروں کا ہزاروں مبارک باد۔

رضویات پہ ڈاکٹر نجم القادری رہبر مصباحی اور اور صابری صاحبان کے مقالے رسالہ کے معیار کو دوبالا کرتے ہیں۔ تبصرہ کا کالم بھی اپنے ہونے کا یقین دلاتا ہے گویا مکمل شمارہ علمی ادبی تحقیقی تنقیدی مواد سے مالامال ہے اس ترقی آپ کی پوری ٹیم مبارک بڈی کی مستحق ہے۔

اس دور میں الرضا ایک تحریک بن کرا بھرا ہے اور اس تحریک کو زندہ رہنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے سلامت رکھے اور اس کے اثرات سے مسلمانوں کو شادکام رکھے آمین

□□□

حاسدین اعلیٰ حضرت اپنی حد میں رہیں

مولانا محمد رضا صابری مصباحی
دارالعلوم قادریہ اندولی، سیتامڑھی

مکرمی مدیر اعلیٰ ڈاکٹر امجد رضا امجد صاحب

سلام ماہوالمسنون

جنوری، فروری کا رسالہ اپنی تمام تر جلوہ سامانیوں کے ساتھ باصرہ نواز ہوا۔ دیکھ کر دلی مسرت ہوئی اور آپکی پوری ٹیم کے لیے دل سے دُعا نکلی۔ اس دورِ پرفتن میں جبکہ ہر چہار جانب سے رضوی فکر اور خانوادے پر اب پرایوں کے ساتھ کچھ نام نہاد اپنے بھی حملہ کناں ہیں آپ حضرات نے ان کی بیخ کنی کا جو بیڑا اٹھایا ہے وہ عاشقان مجدد اعظم کے لیے یقیناً باعث تسکین ہے۔ رسالہ کے مشمولات بہت ہی نپے تلے اور معیاری ہیں۔ خصوصاً آپ کا اداریہ "یہ خموشی فغاں نہ بن جائے" پرسوز اور پردرد ہے جو اہل شعور وفکر کو دعوت فکر دے رہا ہے۔ مفتی ذوالفقار خان نعیمی صاحب کا مضمون جمیعۃ علمائے ہند کے تعلق سے بہت ہی معلوماتی ہے جبکہ ڈاکٹر غلام زرقانی صاحب نے اقوام متحدہ کے کردار پر جو تجزیہ پیش کیا ہے قابل تعریف ہے۔ انٹرویو کے کالم میں ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم مصباحی صاحب نے سوالوں کے جوابات بہت تفصیل سے دیے ہیں جن سے مسلک اعلیٰ حضرت کے تئیں ان کے بیدار فکری کا اندازہ ہوتا ہے۔ جبکہ دوسرے ڈاکٹر صاحب غلام مصطفیٰ نجم القادری صاحب کی تحریر ہمیشہ کی طرح بے باک اور مدلل ہے۔

ان سے علاوہ تمام مشمولات لائق تحسین ہیں۔ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ آپ حضرات کی یہ کوشش رنگ لائے اور حاسدین امام احمد رضا قادری اپنی حد میں رہنا سیکھ لیں۔ آمین

□□□

صفحہ ۱۹ کا بقایا

"مسلک اعلیٰ حضرت سے ان کا لگاؤ اس قدر گہرا تھا کہ اپنے وصال سے کچھ دن پہلے انہوں نے اپنے بیٹوں کو اپنی جائداد کے بارے میں نہیں بلکہ مسلک اعلیٰ حضرت کے تحفظ اور ترویج کی وصیت کی وہ مسلک اعلیٰ حضرت کو اسوۂ صحابہ، ارشادات امام اعظم، طرز غوث پاک اور طریقہ صاحب البرکات سے جدا تصور نہیں کرتے تھے۔" [یاد حسن ص ۱۶]

مزید اپنے والد گرامی کی وصیت سے متعلق فرماتے ہیں:

"وصال سے چندروز قبل اپنے بیٹوں کو وصیت کی میرا کوئی مرید اگر مسلک اعلیٰ حضرت سے ہٹ جائے تو پھر مجھے اس سے کوئی مطلب نہیں۔" [یاد حسن ص ۴۱]

سید صاحب کے والد گرامی حضور نظمی میاں فرماتے ہیں:

یہ دینِ سید عالم کی خدمت کی سعادت ہے کہ
دنیا بھر میں ہے مشہور مسلک اعلیٰ حضرت کا امام احمد رضا سے جلتے ہیں جو نام کے سید انہیں بھاری
پڑے گا حشر میں دعویٰ سیادت کا

[اہل سنت کی آواز، اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۹۹]

پروفیسر سید جمال الدین اسلم برکاتی صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

"خانقاہ برکاتیہ سے مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج واشاعت کا جو سلسلہ جاری ہے وہ ایک موروثی فریضہ ہے دراصل مسلک اعلیٰ حضرت خانقاہ برکاتیہ کا عظیم ترین علمی و دینی تحفہ وورثہ ہے جو ایک نسل کے بعد دوسری نسل میں منتقل ہوتا رہتا ہے اور ان شاء اللہ منتقل ہوتا رہے گا۔"

[اہل سنت کی آواز، اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۳]

حضور امین ملت فرماتے ہیں:

"نوری دادا، نے اعلیٰ حضرت کو چشم وچراغ خاندان برکاتیہ فرمایا اور کہا کہ اس دور میں سنیت کی کسوٹی مولانا احمد رضا خاں صاحب ہیں اعلیٰ حضرت اور خاندان برکاتیہ کے تعلقات مثالی ہیں۔۔ (جاری)

اشتہار

ماہنامہ ''سنی دنیا'' بریلی شریف کا تاریخ ساز کارنامہ

غریب نواز نمبر

زبدۃ العارفین، امام الواصلین، خواجۂ خواجگان، سلطان ہندوستان، عطائے رسول، شیخ المشائخ حضور سیدنا خواجہ معین الدین حسن چشتی سنجری ثم اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حیات وخدمات پر ایک دستاویزی پیش کش، دنیائے سنیت کے مشہور ومعروف اصحاب قلم وقرطاس اور ارباب فکر ودانش کے جدید تحقیقی اور معلومات افزا مقالات کا انتہائی جامع اور حوالہ جاتی گلدستہ، مشاہیر شعرائے اسلام کے تازہ ترین کلام سے آراستہ، چشتیت اور رضویت کے قدیم رشتوں کا مظہر، غریب نواز کے آثار وتبرکات کی تصویری جھلکیاں اور وہ دیگر سارے لوازمات جو ایک معیاری نمبر کے لئے غازۂ امتیاز ہوتے ہیں، ۵۰۰ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ماہ اپریل کا یہ باوقار نمبر اپنی تمام تر معنوی اور صوری رعنائیوں سے مزین ہو کر مارچ کے دوسرے ہفتے میں قارئین کے ہاتھوں میں ہوگا۔

اصحاب علم وقلم اور ارباب زبان وبیان سے قلمی تعاون کی پر خلوص التماس ہے، اہل عقیدت اور تاجران کتب اپنے پیشگی آڈر سے مطلع کریں، ان شاء اللہ الرحمٰن اس مایہ ناز نمبر کا رسم اجرا، امسال حضور غریب نواز کے عرس مقدس کے حسین موقع پر جماعت رضائے مصطفےٰ کے زیر اہتمام اجمیر معلّٰی میں ہوگا۔

غریب نواز نمبر کا خاکہ درج ذیل ہے:

□ غریب نواز اور ان کا عہد □ غریب نواز اور ان کے والدین □ غریب نواز اور ان کے تعلیمی ادوار □ غریب نواز اور ان کے اولا دو امجاد □ آمد غریب نواز سے قبل ہندوستان کے مذہبی اور سماجی حالات □ ہندوستان میں غریب نواز کی تشریف آوری □ غریب نواز! درسگاہ سے خانقاہ تک □ غریب نواز! برصغیر میں سلسلۂ چشتیہ کے معمار اوّل □ غریب نواز کی داعیانہ زندگی □ غریب نواز کی صوفیانہ زندگی □ غریب نواز! غریب نواز کیوں؟ □ غریب نواز اور سلاطین مغلیہ □ غریب نواز کے تصرفات وکرامات □ اجمیر معلّٰی کل، آج اور کل □ غریب نواز اور ان کا جہاد □ غریب نواز کے افکار وخیالات □ غریب نواز! بارگاہ رسالت میں □ غریب نواز اور اتباع شریعت □ غریب نواز کا عشق رسول □ غریب نواز اور ان کی تعلیمات □ غریب نواز کا مذہب ومسلک □ غریب نواز! خدمات واثرات □ غریب نواز اور ان کے مرشد گرامی □ غریب نواز اور ان کے مشاہیر خلفا □ غریب نواز اور ان کے معاصر اولیا □ خلفائے غریب نواز کے عقائد ونظریات □ مسلک اعلیٰ حضرت فکر غریب نواز کی روشنی میں □ بریلی سے اجمیر معلّٰی تک □ فکر غریب نواز کی ترویج میں امام احمد رضا کا حصہ □ بارگاہ غریب نواز میں اکابرین بریلی □ غریب نواز اور امام احمد رضا □ غریب نواز اور حجۃ الاسلام □ غریب نواز اور مفتی اعظم □ غریب نواز اور تاج الشریعہ □ غریب نواز اور تصنیفات رضا □ بارگاہ غریب نواز میں علمائے دیوبند کی حاضری! حقائق کے اجالے میں □ غریب نواز اور علمائے دیوبند کے افکار ونظریات □ غریب نواز اور معمولات اہل سنت □ ملفوظات غریب نواز □ منظومات غریب نواز □ تصنیفات غریب نواز □ دیوان معین ایک تحقیقی مطالعہ □ تصنیفات غریب نواز! ایک حقیقت پسندانہ جائزہ □ مناقب غریب نواز □ کتب اصفیا میں تذکرۂ غریب نواز □ حیات غریب نواز پر تصنیفات! ایک جائزہ □ حیات غریب نواز پر شائع نمبرات! ایک جائزہ □ مناقب خواجہ بزبان خانوادۂ رضا۔

المعلن: محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی
ایڈیٹر ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف
Mob. No.9411090486, Email:nashtarfaruqui@gmail.com
sunniduniya@aalaahazrat.com

جناب سبطین میاں کی غیر سنجیدہ گفتگو پر ایک سنجیدہ تحریر

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں

مفتی ذوالفقار خاں رضوی نگرالوی

مرکز اہل سنت بریلی شریف کا مرکز عقیدت مارہرہ مقدسہ؛ جو شاہ برکت اللہ کی برکتوں، اچھے میاں کی اچھائیوں، خاتم الاکابر کے بڑے پن، نوری میاں کی نورانیت، ابوالقاسم کی خیرات، تاج العلماء کی تاجداری، نظمی میاں کے نظم، امین ملت کی امانت، رفیق ملت کی رفاقت، اشرف ملت کی شرافت کے حوالے سے دنیائے سنیت میں مشہور ہے۔ وہاں سے اچانک مشائخ مارہرہ کے مخالف عقائد ونظریات کے حوالے سے کئی باتیں ایک ساتھ سوشل میڈیا پر پھیلائی گئیں۔ جب تحقیق کی گئی تو پتہ چلا کہ مارہرہ شریف کے ایک شاہزادہ جنہیں سید سبطین حیدر صاحب کے نام سے لوگ جانتے ہیں؛ وہ آج کل اپنے مشائخ کے طرز عمل کے خلاف محاذ آرا ہیں۔ مَیں نے ان کی ویڈیو دیکھی، آڈیو سنی تو بس یہی کہہ سکا کہ ع

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں

تقریر سن کر بہت افسوس ہوا۔ کہ سید صاحب مارہرہ شریف کے مقدس خاندان سے وابستہ ہیں، حضور نظمی میاں کے صاحبزادے ہیں۔ فقیر سید صاحب کی ذاتی مخالفت میں کچھ لکھے اس کی اجازت مسلک اعلیٰ حضرت نہیں دیتا۔ البتہ تقریر کو لے کر چند ذہنی خلجان ہیں جنہیں معروضات کی شکل میں پیش کرنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

اس امید پر کہ نگاہ عتاب سے امن بخشیں گے۔ اور لب کشائی کو معاف فرمائیں گے۔ حضرت کی ایک ویڈیو، سے سنی گئی چند باتوں پر معروضات پیش ہیں۔

عرض کردوں گا لایا ہوں احمد رضا:

سید صاحب نے اپنی تقریر میں کہا

"یہ بڑا ذمہ دار منبر ہے یہاں پر میرے باپ سید آل رسول نے بھی تقریر کری ہے اور میرے دادا آل مصطفی نے بھی تقریر کری ہے اور میرے دادا حسن میاں صاحب نے بھی تقریر کری ہے۔ یہاں سے جو بات ہوگی وہ غیر ذمہ دارانہ بات نہیں ہوگی۔ میں ایک ذمہ داری کے ساتھ ایک بات کہتا ہوں، یہ جو مشہور کیا گیا ہے حضور سید شاہ آل رسول کے بارے میں سید شاہ آل رسول احمدی کے بارے میں کہ انہوں نے فرمایا کہ قیامت کے دن جب خدا مجھ سے پوچھے گا کیا لائے میرے لئے تو میں کہوں گا احمد رضا لے کر آیا یہ بات میرے دادا احمدی پر جھوٹ پیش کی گئی ہے۔ سن لو اس بات کو، سن لو میں کھلم کھلا بول رہا ہوں یہ بالکل جھوٹ کہا گیا ہے۔ حضور احمدی سے جب ان کے مرید نے آخری وقت پر پوچھا کہ آپ کچھ نصیحت فرما دیجئے۔ تو آپ نے معلوم ہے کیا فرمایا، پیر و مرشد ہیں یہ مولانا احمد رضا صاحب کے آپ نصیحت فرمایئے تو آپ نے فرمایا:

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول

اس کے آگے کچھ نہیں فرمایا۔ اور یہ جو باتیں ہیں یہ میرے دادا پر جھوٹ گڑھی گئی ہیں۔ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ گڑھا گیا ہے۔ کہ انہوں نے کہا کہ پیش کردوں گا کہ احمد رضا کو لے کے آیا ہوں، کیسے کیسے جھوٹ، شفیق صحیح کہہ رہے تھے کہ جھوٹ پر پوری عمارت کھڑی کری گئی ہے۔"

سید صاحب نے ذمہ دار اسٹیج سے اہل سنت کے درمیان مشہور بات کو بڑی ذمہ داری کے ساتھ جھوٹا بتادیا۔ یہ تک نہیں سوچا کہ جن کے حوالے دے کر اسٹیج کو ذمہ دار بتایا ہے وہ بھی سید صاحب کی اس تحقیق جدید کی زد میں جھوٹے ثابت ہوجائیں گے، بلکہ اصل جھوٹ کا الزام انہیں کے سر جائے گا؛ کیوں کہ وہ گھر کے ہیں۔ جب وہ ہی کہہ رہے ہیں تو باہر والے کہیں تو ان پر کیا الزام۔

ہم یہاں پہلے سید صاحب کے والد گرامی اور ان کے دادا وغیرہ مشائخ مارہرہ مقدسہ کے حوالے سے اس واقعہ کی حقیقت واقعی معلوم کرتے ہیں۔ اس کے بعد خود سید صاحب سے بھی اس کا حوالہ پیش کریں گے۔

سید صاحب کے والد گرامی حضور نظمی میاں علیہ الرحمہ اس واقعہ سے متعلق رقمطراز ہیں:

"جدی کریم حضور پرنور سیدنا شاہ آل رسول احمدی مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے **اگر رب تبارک وتعالیٰ مجھ سے فرمائے گا کہ میرے واسطے کیا لایا تو میں احمد رضا کو پیش کردوں گا۔**"

[امام احمد رضا نمبر، قاری اپریل ۱۹۸۹ء ص ۲۳]

حضور نظمی میاں سہ ماہی افکار رضا ممبئی میں اپنے ایک مضمون میں اس واقعہ کو لے کر ایک غلط بیانی کا رد کرتے ہوئے اور صحیح واقعہ بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"بیعت کے بعد کے واقعات میں اکثر غلو کی آمیزش پائی جاتی ہے۔ لوگ طرح طرح کی باتیں کرتے ہیں مثلاً شاہ آل رسول نے اعلیٰ حضرت کو بیعت کرنے کے بعد فرمایا مجھے بہت دنوں سے اپنی نجات کی فکر دامن گیر تھی الحمد للہ آج وہ فکر دور ہوگئی۔ گویا بریلی کے مولانا احمد رضا خاں قطب مارہرہ شاہ آل رسول احمدی کے لئے نجات دہندہ بن کر آئے تھے۔

اصل واقعہ صرف اتنا ہے کہ اعلیٰ حضرت کو بیعت کرنے کے ساتھ ساتھ حضور خاتم الاکابر نے انہیں خاندان کی تمام خلافتوں اجازتوں اور وظائف واوراد سے بھی نوازا۔ جب حضور خاتم الاکابر کے بھتیجے اور خلیفہ حضور سید شاہ حسن حیدر کو معلوم ہوا تو انہوں نے دبی زبان سے پوچھا ہمارے خاندان کا تو یہ وطیرہ رہا ہے کہ خلافت دینے سے پہلے سالہا سال مجاہدہ کرایا جاتا ہے اور جب ریاضت ومجاہدے کی بھٹی میں تپ کر کندن بن کر نکلتا ہے تب اس کے سر پر خلافت کا تاج رکھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس آپ نے بریلی کے ان صاحب زادے کو کسی بھی طرح کے مجاہدے کے بغیر ساری خلافتیں اور اجازتیں عطا کردیں۔

خاتم الاکابر مسکرائے اور فرمایا اور لوگ میل کچیل زنگ آلود دل لے کر آتے ہیں اس کے تزکیہ کے لئے ریاضت ومجاہدے کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہ مصفی ومزکی قلب لے کر آئے انہیں ریاضت ومجاہدے کی کیا ضرورت تھی انہیں صرف نسبت کی ضرورت تھی سو وہ ہم نے دے دی۔ اس کے بعد حضور خاتم الاکابر نے وہ مشہور ومعروف جملہ ارشاد فرمایا:

"ایک عرصہ سے یہ فکر لاحق تھی کہ بروز حشر اگر احکم الحاکمین نے سوال فرمایا کہ آل رسول تو ہمارے لئے کیا لایا تو میں کیا پیش کروں گا مگر خدا کا شکر ہے کہ آج وہ فکر دور ہوگئی **اب حشر میں رب پوچھے گا اے آل رسول ہمارے لئے کیا لایا تو کہہ دوں گا احمد رضا کو لایا۔**"

ملاحظہ فرمایا آپ نے کہ روایتوں کے تضاد نے اصل واقعہ کو کہاں سے کہاں پہنچا دیا تھا۔ حضور خاتم الاکابر شاہ آل رسول احمدی نے اپنے ولی عہد سید شاہ ابوالحسین احمد نوری علیہ الرحمہ کو اس موقع پر ایک وصیت فرمائی جس سے ۲۲ سال کی عمر میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی جملہ علوم وفنون میں مہارت کا پتہ چلتا ہے آپ نے فرمایا دیکھو اب ہمارے خاندان کے اکابر کی جو کتابیں شائع ہوں ان دونوں عالموں (مولانا احمد رضا خاں اور مولانا عبدالقادر بدایونی) کو دکھائی جائیں اور یہ جیسی اصلاح کریں قبول کی جائے پھر اشاعت ہو۔"

[افکار رضا ممبئی، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۷ء ص ۲۲، ۲۳]

کتاب "فن شاعری اور حسان الہند" میں بطور تقریظ حضور نظمی میاں کی

تحریر شامل ہے اس میں آپ اس واقعہ کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

''دنیاے ارادت میں غالباً یہ پہلا واقعہ ہے کہ جب **ایک مرشد اپنے رب کے حضور تحفے کے طور پر اپنے مرید کو پیش کرنے کی خواہش ظاہر کر رہا ہے۔''**

[فن شاعری اور حسان الہند، ص ۲۶]

حضور احسن العلماء سید حسن میاں صاحب علیہ الرحمہ اپنے ایک انٹرویو میں حضور اعلیٰ حضرت کی بیعت کا ذکر فرمانے کے بعد حضور آل رسول احمدی علیہ الرحمہ کا مذکورہ فرمان نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں

''اور فرمایا الحمد للہ آج میں مطمئن ہو گیا **اب خدا جب مجھ سے قیامت میں پوچھے گا کہ ہمارے یہاں کے لئے کیا لایا تو میں اپنے مولوی احمد رضا خاں (قدس سرہ العزیز) کو پیش کر دوں گا۔''**

[ماہنامہ، استقامت، کانپور، دسمبر ۱۹۷۵ء ص ۱۸]

حضور امین ملت دام ظلہ اپنے والد ماجد حضور سید احسن العلما اور عم مکرم سید العلما علیہما الرحمۃ والرضوان اور دادا صاحب حضرت سید آل عبا قادری نوری علیہ الرحمہ کے حوالے سے حضور اعلیٰ حضرت کی بیعت کا واقعہ تفصیل سے بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر رقمطراز ہیں:

''اسی مجلس میں اعلیٰ حضرت کے مرشد سیدی آل رسول قدس سرہ نے ارشاد فرمایا میاں صاحب ایک فکر عرصہ سے پریشان کئے ہوئے تھی بحمد اللہ آج وہ دور ہو گئی **قیامت میں جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا کہ آل رسول ہمارے لئے کیا لایا تو میں اپنے مولوی احمد رضا خان کو پیش کر دوں گا۔''**

[امام احمد رضا نمبر، قاری اپریل ۱۹۸۹ ص ۲۳۶، ۲۳۷]

حیرت کی بات یہ کہ ۱۷ سال قبل اہل سنت کی آواز جو مارہرہ شریف سے نکلنے والا بابرکت سالانہ مجلہ ہے اس میں خود آنجناب نے بھی اس واقعہ کو بیان کیا ہے۔ مگر کیوں کہ طویل عرصہ گزر گیا اس لئے حضرت کو خود کا لکھا ہوا یاد نہیں رہا۔ ہم یاد کرائے دیتے ہیں۔

سید صاحب لکھتے ہیں:

''**وہی امام احمد رضا جن کو اپنے جیسا بنانے کے بعد حضور آل رسول احمدی مطمئن ہو گئے، کہ اب اپنے رب کی بارگاہ میں سرخ رو حاضر ہو جاؤں گا اور سوال ہو گا تو اپنے اس مرید با مراد کو پیش کر دوں گا۔''**

[اکتوبر ۲۰۰۰ء، ص ۲۷۰]

متذکرہ بالا حوالہ جات کی روشنی میں صاف ہو گیا کہ حضور اعلیٰ حضرت کو ان کے پیر و مرشد کا خدا کی بارگاہ میں پیش کرنے کا واقعہ بالکل سچا ہے؛ جس کی گواہی کے لئے کسی مولوی یا کسی پیر کی ضرورت نہیں ہے بس حضور سیدی آل رسول احمدی علیہ الرحمہ کے اہل خانہ اور ان کے مقدس شہزادوں کی شہادتیں ہی کافی ہیں۔ ان شہادتوں کے ہوتے ہوئے سید صاحب کا اس واقعہ کو گڑھا ہوا اور جھوٹا بتاتے ہوئے یہ کہنا کہ

''اور یہ جو باتیں ہیں یہ میرے دادا پر جھوٹ گڑھی گئی ہیں۔ آل رسول احمدی رحمۃ اللہ علیہ پر جھوٹ گڑھا گیا ہے۔ کہ انہوں نے کہا کہ پیش کر دوں گا کہ احمد رضا کو لے کے آیا ہوں، کیسے کیسے جھوٹ ۔۔۔ شفیق صحیح کہہ رہے تھے کہ جھوٹ پر پوری عمارت کھڑی کری گئی ہے۔''

اپنے بزرگوں کے تقدس کو پامال کرنا اور انہیں جھوٹا ثابت کرنا ہے۔ اگر سید صاحب ''شفیق'' کے صحیح کو اب بھی صحیح مانیں تو جھوٹ پر پوری عمارت کھڑا کرنے کا الزام کسی اور پر نہیں اپنے گھر والوں پر لگا بیٹھیں گے۔ العیاذ باللہ۔!!

بلکہ اس عمارت کی تعمیر میں حصہ لینے کے سبب خود بھی زد میں آ جائیں گے۔

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت:

سید صاحب اپنی تقریر میں مسلک اعلیٰ حضرت اور ذات اعلیٰ حضرت کی مخالفت کا از خود اعتراف کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''شفیق اس مشن پر چل رہا ہے جس مشن کو آگے بڑھانے کے لئے میرے والد گرامی نے مارہرہ کی گدی کی محافظت میرے سپرد کی تھی۔ ہاں بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ سبطین میاں فلانے مسلک کے خلاف ہیں یا فلانے مولوی صاحب کے خلاف ہیں میں کسی کا آپریشن کرنے نہیں آیا ہوں۔''

سید صاحب! آپ کے والد گرامی کا مشن ان کی کتابوں سے ظاہر ہے ان کا ایک بہت بڑا مشن مسلک اعلیٰ حضرت کا فروغ اور اس

کی ترویج واشاعت تھا۔ مگر آپ اپنے والد گرامی کے مشن سے کافی دور ہوتے جارہے ہیں جس کا ذکر خود آپ نے یوں کیا ہے:

"بہت سارے لوگ کہتے ہیں کہ سبطین میاں فلانے مسلک کے خلاف ہیں یا فلانے مولوی صاحب کے خلاف ہیں۔"

حضرت! فی الوقت آپ کے تعلق سے یہ بات افواہ نہیں ہے بلکہ حقیقت ہے اور خود یہ پوری تقریر اس کی زندہ مثال ہے۔ کہ آپ مسلک اعلیٰ حضرت اور اعلیٰ حضرت کی مخالفت میں سرگرم ہیں۔

حالانکہ آپ کے والد گرامی نے مسلک اعلیٰ حضرت کی مخالفت کرنے والوں کو یہ سوغات دی ہے خود ملاحظہ فرمالیں ؎

مسلک اعلیٰ حضرت کے نعرے لگیں
نام کے پیرزادوں کے سینے جلیں
وقت پڑنے پہ ان کے ہی فتوی پڑھیں
اور حوالے ان ہی کی کتابوں سے دیں
لے کے نام رضا دشمنوں سے لڑیں
پھر بھی نام رضا پروہ جل بھن مریں
نظمی ایسوں کے منہ پر کرو آخ تھو
پھر لگاؤ وہی نعرۂ اللہ ھو
اللہ ھو اللہ ھواللہ ھو

اور مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ کے لئے دعا فرمائی ہے۔ جوان شاء اللہ رائیگاں نہ جائے گی۔

مسلک احمد رضا یوں ہی پھلے پھولے سدا
ظلمت بدعت مٹائے اعلی حضرت کا چراغ

[بعد از خدا، ۱۰۰]

اور کسی نے ان کو اعلیٰ حضرت کا مخالف کہہ دیا تو اس انداز میں بددعا دے کر اعلیٰ حضرت کی مخالفت کا انجام ظاہر فرمایا ہے ؎

نظمی کو جو رضا کا مخالف کہے مرتے دم اس کے لب پہ نہ کلمہ رہے
ہمہ دانی کا دعوی ہے جس شخص کو وہ منافق ہے جھوٹا دغا باز ہے

[بعد از خدا، ۱۹۶]

مزید سید صاحب کہتے ہیں کہ:

"ہم ان گلیوں کا پتہ نہیں پوچھتے جہاں پر جانے میں ہمیں انٹرسٹ نہیں ہے۔ ہم ذکر ہی نہیں کرتے۔ ہمیں کیا ضرورت ہے۔ کیا ہمارے پاس بزرگ کم ہیں۔ بارہ امام ہمارے پاس، ہیں نا، ہم کیوں ایک کو اور وہ بھی ایک ایسا جس کو پتہ نہیں کس نے امام بنایا۔ ہمارے پاس بارہ امام ہیں الحمدللہ۔"

مذکورہ بالا نظریہ سید صاحب کا ہے مگر سید صاحب کے آباء و اجداد کا نظریہ سید صاحب کے بالکل برعکس تھا۔ ان کا معاملہ تو یہ تھا کہ وہ حضور اعلیٰ حضرت کا ذکر کئے بغیر محفل مکمل نہیں سمجھتے تھے۔ انہیں اعلیٰ حضرت سے اس قدر محبت تھی کہ اپنی نجی محفلوں میں بھی ان کا ذکر کرتے رہتے تھے اور یہ بارہ امام تو ان کے بھی تھے مگر انہوں نے اعلیٰ حضرت کو بھی اپنا امام بتایا اور جا بجا بتایا بھی۔ تو کیا ان کے پاس بزرگ کم پڑ گئے تھے؟ کیا ان کو نہیں معلوم تھا کہ امام بارہ ہی ہیں اس سے زیادہ امام بنانے کی اجازت نہیں ہے؟

آئیں ہم اس تعلق سے چند حوالے سید صاحب کے گھر سے پیش کردیں تا کہ سید صاحب کی تسکین ہوجائے۔

اعلیٰ حضرت کے ذکر سے متعلق سید صاحب کے والد گرامی علیہ الرحمہ کے درج ذیل دو اشعار ملاحظہ فرمائیں ؎

مارہرہ پر یہ فضل ہے آل رسول کا
تقریب کوئی سی بھی ہو احمد رضا کی ہے

[بعد از خدا، ۳۲۴]

عرس سید ہو کہ ہو عرس شہ قاسم کا
بزم برکات میں بس ذکر رضا کا دیکھو

[بعد از خدا، ۳۲۵]

اب سید صاحب ہی بتائیں کہ کیا خانقاہ مارہرہ شریف کی محفلوں میں اعلیٰ حضرت کا ذکر کیا جانا اس بات کی طرف مشیر ہے کہ ان کے بزرگ کم تھے۔ یا بس اعلیٰ حضرت کی محبت کی بے مثال مثال ہے؛ جو کہیں اور نہیں ملتی۔ یقینا ایسا ہی تھا۔

اچھا سید صاحب نے یہ جو کہا کہ

"ہم کیوں ایک کو اور وہ بھی ایک ایسا جس کو پتہ نہیں کس نے امام بنایا۔"

سید صاحب آپ کے بڑوں نے، آپ کے گھر والوں نے اعلیٰ حضرت کو امام اہل سنت لکھا اور بولا کبھی کسی کو کوئی اعتراض نہیں رہا مگر آپ کو بھلا کیوں یہ سوجھی؟ اپنے بزرگوں کی روش کے

خلاف آپ نے اس طرح کی بات کیوں سوچی؟ خیر یہ آپ جانو ہم اس کا جواب بھی آپ کے گھر سے پیش کر دیتے ہیں۔

آپ کے والد گرامی علیہ الرحمہ کی یہ تحریر شاید آپ کے کچھ کام آجائے۔ ہم نقل کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں۔

''ان کی نظریں اس وقت احمد رضا میں خاتم الاکابر شاہ آل رسول کو دیکھ رہی ہیں۔ سبحان اللہ کیا طالب اور کیا مطلوب تصرف ہو تو ایسا ایک نظر میں اپنے جیسا بنا دیا حجرۂ شریف میں داخل ہوئے تھے احمد رضا اور جب باہر تشریف لائے تو واقف رموز جلیلہ وخفیہ کاشف غوامص علمیہ حلال مشکلات ماہر علم وفن علامۂ زمن مرجع العلما محی الملت والدین شیخ الاسلام والمسلمین **امام اہل سنت** اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد اعظم دین وملت بن چکے تھے۔''

[امام احمد رضا نمبر، قاری اپریل ۱۹۸۹ء ص ۲۳۵]

ایک اور مقام پر حضور نظمی میاں فرماتے ہیں:

''دراصل شاہ آل رسول احمدی کی دوررس نگاہوں نے اپنی مومنانہ فراست سے یہ دیکھ لیا تھا کہ بریلی کا یہ نوجوان کل دنیائے سنیت کا مجدد اور **علوم ظاہری وباطنی کا امام بن کر چمکے گا** اور اس کے سر پر امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی نیابت کا تاج رکھا جائے گا نظمی اپنی ایک نظم میں کہتا ہے۔

یہی تھے وہ خاتم الاکابر
کہ جن کے ہاتھوں بکے بریلی کے خان زادے، کہ جن پہ نازاں تھے ان کے مرشد، یہی وہ احمد رضا تھے **جن کو علوم ظاہر علوم باطن میں سب نے اپنا امام مانا،** انہیں کی تقلید اس زمانے میں سنیت کی کسوٹی ٹھہری۔''

[سہ ماہی افکار رضا ممبئی، اکتوبر تا دسمبر، ۲۰۰۷ء ص ۲۳، ۲۴]

بقول آپ کے والد گرامی کے حضور اعلیٰ حضرت کو ان کے پیر و مرشد آپ کے جد امجد حضور خاتم الاکابر سید آل رسول احمدی نے امام بنایا تھا۔ اب اپنے جد امجد اور اپنے والد گرامی پر انگشت نمائی مت کر بیٹھنا، ورنہ۔۔۔۔۔۔۔۔

خیر جب یہ ثابت ہو گیا کہ اعلیٰ حضرت کو آپ کے جد امجد نے ہی امام بنایا تو ہم یہ بھی بتا دیں کہ یوں تو بہتوں نے اعلیٰ حضرت کو امام، کہا اور لکھا مگر آپ کے خانوادہ نے اس کو بھی اپنے ہی حصہ میں رکھا اور خاتم الاکابر کے بنائے اس امام کی امامت کا اعلان کتابوں تقریروں کے ذریعہ کر کے اپنی محبتوں کا ثبوت بھی عطا فرمایا۔ اور ان کے امام اہل سنت ہونے پر مہر تصدیق بھی ثبت کر دی۔ چند مثالیں پیش ہیں ملاحظہ فرمائیں:

حضور نظمی میاں حضور اعلیٰ حضرت کی تعریف میں کچھ اس طرح رطب اللسان ہیں:

''مرشد روشن ضمیر نے اپنے پیارے مرید کی پیشانی پر دست قدرت کی لکھی روشن تحریریں پڑھ لیں بریلی کے مقدس گھرانے کا یہ فرد آگے چل کر اس صدی کا مجدد بنے گا، حضور غوث اعظم پیران پیر دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نائب اور رسول مکرم سرکار دوعالم ﷺ کا وارث ہوگا، اس کا سینہ انوار ومعارف وعلوم وحقائق لدنیہ کا خزینہ بنایا جائے گا۔ جس کا ظرف اتنا ہی عالی ہے اس کے لئے عطا میں کیوں کمی کی جائے۔ دینے والے مجسم عطا، لینے والے سراپا رضا سونا تو پہلے ہی تھے طریقت کی آنچ ملی تو کندن ہو گئے۔

سلام اس پر کہ جسے حرمین محترمین کے مفتیان کرام وائمہ حرمین عظام وجمیع علمائے اسلام نے عالم علامۂ کامل، استاد ماہر، مجاہد، معزز، باریکیوں کا خزانہ، محفوظ، برگزیدہ، گنجینۂ علوم کے مشکلات ظاہر و باطن کا کھولنے والا، دریائے فضائل علمائے عمائد کی آنکھوں کی ٹھنڈک، امام، پیشوا، روشن ستارہ، اعدائے اسلام کے لئے تیغ براں، استاد معظم، دریائے ذخار، بسیار فضل، دلیر، بلند ہمت، ذہین، دانش مند، بحر ناپیدا کنار، شرف وعزت والا، صاحب ذکاء، ستھرا، کثیر الفہم، یکتائے زمانہ، اپنے وقت کا یگانہ، اس صدی کا مجدد، زبردست عالم، عظیم الفہم، جن کی فضیلتیں وافر، بڑائیاں ظاہر، علم کا کوہ بلند، زبان والا، حاوی جمیع علوم، وارث نبی، مایۂ

افتخار علما، مرکز دائرہ علوم، حامی شریعت ،فخر اکابر، آفتاب معرفت، کریم النفس، عالم باعمل، عالی ہمم، نادر روزگا، خلاصۂ لیل ونہار، کے نام سے یاد کیا۔ سلام اس پر کہ جسے اللہ عزوجل نے محض اسلام کی حمایت اور دین کی تجدید کے لئے پیدا فرمایا جس نے مسلمانوں کو ہدایت فرمائی تشنگان بادیہ ضلالت کے لئے رشد وارشاد کے دریا بہائے جس نے عمر بھر دین کے رہزنوں اور ایمان کے ڈاکوؤں سے مقابلہ فرمایا۔''

[امام احمد رضا نمبر، قاری اپریل ۱۹۸۹ ص ۲۳۵]

سید حسن میاں لکھتے ہیں:

''نجومیوں، ہیئت دانوں کا قول، جنتریوں کی اٹکلیں، ریڈیو، ٹیلیفون اور تار کے اخبار اور افواہ بازاروں میں سے کوئی بھی اثبات رویت ہلال میں شرعاً قابل اعتبار نہیں جیسے بیدینوں بددینوں رافضیوں نیچریوں وہابیوں وغیرہم کی گواہیاں۔ ان مسائل میں کافی ووافی تحقیق اعلیٰ حضرت **امام اہل سنت** مجدد مائۃ حاضرہ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا کے مبارک فتویٰ ازکی الاہلال وغیرہ میں ہے۔''

[اہل سنت کی آواز جلد دوم۔ حصہ ۸ و ۹، ص ۴۱]

احسن العلماء اپنی ایک تقریر میں فرماتے ہیں

''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی جنھیں آپ نہیں بلکہ آپ سے بہت پہلے سے **عرب وعجم اپنا امام مان رہا ہے سبحان اللہ وہ امام ہیں** علیہ الرحمۃ والرضوان ـ ـ ـ ـ وہ فرمارہے ہیں جو مجدد مائۃ ماضیہ تھے جو اپنے وقت کے امام تھے امام علم وفن تھے۔''

[یاد حسن، ص ۳۴۷]

''حضور احسن العلماء کو تاج العلماء نے جو خلافت عطا فرمائی ہے اس خلافت نامے میں اعلیٰ حضرت کو دو مقام پر **امام اہل سنت** لکھا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

[یاد حسن ص ۳۹، سیدین نمبر، ص ۷۲۵]

مذکورہ بالا حوالہ جات سے صاف ہے کہ اعلیٰ حضرت کو امام کس نے بنایا اور کب بنایا اور کیوں بنایا نیز مذکورہ بالا عبارات میں ان سارے سوالات کے جوابات موجود ہیں جو سید صاحب نے کئے ہیں۔ محبت کی عینک لگا کر اگر مطالعہ کیا جائے گا تو ان شاء اللہ شکوک وشبہات کے قید وبند کھلتے نظر آئیں گے۔

اعلیٰ حضرت سے مشائخ مارہرہ کی محبت

سید صاحب اعلیٰ حضرت کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں:

''کچھ لوگ حجت پیش کر سکتے ہیں بھائی ایسا ہے کچھ بزرگوں نے ایسا بھی کہا ہے کہ اعلیٰ حضرت اے ٹی ایم ہیں اعلیٰ حضرت کے بارے میں یہ بھی مشہور ہے کہ وہ اے ٹی ایم ہیں اور اے ٹی ایم کا کیا حال ہے وہ نوٹ بندی میں آپ نے دیکھ ہی لیا۔ اے ٹی ایموں کا کیا حال ہوا ہے کہ اللہ دے اور بندہ لے۔ یہ سب باتیں جذباتی ہوتی ہیں کوئی اے ٹی ایم وے ٹی ایم نہیں ہے ہاں صحیح بتارہوں میں آپ سے۔ مذہبی بلیک میل کرنے کے لئے سب یہ نام استعمال کئے جاتے ہیں۔''

سید صاحب کے مذکورہ بالا جملوں میں صاف طور پر حضور اعلیٰ حضرت کی توہین کا ارتکاب کیا گیا ہے۔ مگر ہم اس پر کوئی تبصرہ نہیں کرتے ہاں البتہ ہم یہاں یہ باور کرادیں کہ حضور اعلیٰ حضرت کو اے ٹی ایم کہا گیا مگر حسن اتفاق کہ کہنے والا کوئی سستا ملا یا کوئی ایرا غیرا نتھو کھیرا نہیں ہے بلکہ خانوادۂ برکاتیہ کا وہ مقدس سجادہ ہے جسے دنیائے سنیت میں مسلک اعلیٰ حضرت کا امین ومحافظ مانا جاتا ہے۔

یعنی امین ملت حضور امین میاں دامت برکاتھم القدسیہ جو اپنے والد گرامی حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کا حق نیابت صحیح طور ادا کرتے ہوئے مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت اور ترویج واشاعت میں ہمہ تن مصروف ہیں۔ جو سید صاحب کے چچا بھی ہیں وہ ۱۴ مئی، ۲۱۰۶ء کو امان سوسائٹی سورت گجرات میں اپنے ایک بیان میں فرماتے ہیں

''ہمیں جو عقیدہ ملا ہے وہ مسلک اعلیٰ حضرت ہے، اس کو سن کر ہم لوگ تو بہت خوش ہوتے ہیں لیکن کچھ ایسے کم نصیب بھی ہیں کہ جن کے ماتھے پر شکنیں پڑ جاتی ہیں میں آپ کو گارنٹی سے بتاتا ہوں جو اپنے آپ کو سنی کہتا ہے امام احمد رضا اس کی مذہبی ضرورت بھی

ہیں اوراس کی معاشی ضرورت بھی ہیں۔امام احمد رضاایک اتنابڑا اے ٹی ایم ہے بلاتشبیہ، اوراس اے ٹی ایم میں کارڈ نہیں لگانے کی ضرورت ہے۔ ہراے ٹی ایم میں کارڈ لگتا ہے کارڈ جب پنچ ہوتا ہے تو اس میں سے پیسہ نکلتا ہے۔امام احمد رضا کے اے ٹی ایم سے سب فیض اٹھار ہے ہیں۔ فیض بھی اٹھار ہے ہیں اورامام احمد رضا میں کیڑے بھی نکال رہے ہیں لیکن اللہ کا شکر ہے ہمیں اپنے باپ دادا سے فاضل بریلوی کا عشق ورثہ میں ملا ہے۔''

اور سید صاحب کا یہ کہنا کہ

''مذہبی بلیک میل کرنے کے لئے سب یہ نام استعمال کئے جاتے ہیں''

تو سید صاحب اس معاملہ میں بھی آپ کے گھروالے زد میں آئیں گے کیوں کہ حضور اعلیٰ حضرت سے بے پناہ محبت اور اکثر ان کا ہی نام لینا آپ کے گھروالوں کا وطیرہ رہا ہے۔آئیں ایک دو مثالیں پیش ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

اعلیٰ حضرت کا نام لینے سے متعلق سید العلماء کا یہ قول کام آئے گا ملاحظہ فرمالیں۔

''عاشق خانوادۂ رسول امام احمد رضاخاں فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان ارے میاں جبھی تو ہم کہا کرتے ہیں اعلیٰ حضرت کا دامن (سامعین،،نہیں چھوڑیں گے) یوں ہی تھوڑی کہہ دیا کرتے ہیں کسی اتو بتو کے متعلق نہیں کہتے ہیں کسی خیرو چپو کے متعلق نہیں کہتے ہیں کسی بازارگشت کے متعلق نہیں کہتے ہیں کسی فٹ پاتھی کے متعلق نہیں کہتے ہیں بلکہ اعلیٰ حضرت کے متعلق کہتے ہیں صبح تم سن چکے میرے بھتیجے نے کہا ہے،خان زادہ سیدوں کا اعلیٰ حضرت بن گیا۔۔ہمارے بچوں کی زبانیں کھلتی ہیں تواللہ اور اللہ کے رسول کے نام کے ساتھ ساتھ سبحان اللہ اعلیٰ حضرت کا نام زبان پر بچپن ہی سے آجاتا ہے رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔''

[یادحسن ۳۵۵]

اب سید صاحب کیا کہنا چاہیں گے کہ یہاں بچپن ہی سے اعلیٰ حضرت کا نام زبان پر آجاتا ہے تو کیا یہ مذہبی بلیک میل کرنے کے لئے ہے سب کچھ؟

سید صاحب کے والد حضور نظمی میاں اپنے والد کے حوالے سے فرماتے ہیں:

''حضرت سیدنا شاہ ابوالحسین احمد نوری مارہروی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو چشم و چراغ خاندان برکاتیہ کالقب عطافرمایا۔میرے والد ماجد سید العلماء مولانا مولوی مفتی حافظ قاری الحاج سید آل مصطفی سید میاں قادری برکاتی علیہ الرحمۃ والرضوان اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے سچے عاشق تھے اکثر فرمایا کرتے تھے علماء متقدمین وفقہاء محدثین کا علم واجتہاد اوران کی عظمت وفضیلت سرآنکھوں پر ہمیں تو اپنے اعلیٰ حضرت ہی کافی ہیں۔خاندان برکاتیہ آج بھی اپنے ساتھ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نسبت کو باعث صدافتخار سمجھتا ہے ہماری محفلیں ہمارے اعراس آج بھی بریلی والے بڑے مولانا صاحب کے نعتیہ کلام سے گونجتے ہیں ہم آج بھی سینہ ٹھونک کر اعلان کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت ہمارے ہیں اور ہم اعلیٰ حضرت کے ہمارے وظائف وادعیہ آج بھی اسی دعا پر ختم ہوتے ہیں جاری رہے تاروز جزا سلسلہ اعلیٰ حضرت کا، فیضان اعلیٰ حضرت کا۔''

[امام احمد رضا نمبر، قاری اپریل ۱۹۸۹ء ص ۲۳]

پروفیسر سید جمال الدین اسلم برکاتی صاحب قبلہ جو احسن العلماء علیہ الرحمہ کے بھانجے اور سید صاحب کے ماموں ہیں وہ اپنے پیر ومرشد حضور احسن العلماء کی الفت اعلیٰ حضرت کے بارے میں فرماتے ہیں:

''میرے اعلیٰ حضرت میرے اعلیٰ حضرت یہ تو حضور مرشد اعظم کا جیسے تکیہ کلام ہو۔''

[اہل سنت کی آواز، اکتوبر ۱۹۹۹ء ص ۱۶]

حضور احسن العلماء نے وقت وصال حضور رفیق ملت نجیب میاں صاحب قبلہ سے فرمایا

''بیٹا امام احمد رضا کو جانتے؟ ہو نجیب میاں نے جواب دیا: پاپا پا اعلیٰ حضرت کو کون نہیں جانتا فرمایا بس ان

کا دامن کبھی نہ چھوڑنا۔'' [یادِ حسن ۲۹۳]

حضور نظمی میاں کے درج ذیل اشعار بھی ملاحظہ فرمالیں جو نظمی میاں کی حضور اعلیٰ حضرت سے، ان کے شہر سے اور ان کے نام سے محبت کی غمازی کررہے ہیں ؎

نام اعلیٰ حضرت پر جاں نثار کرتے ہیں
ہاں ہمیں بریلی سے ایسی ہی عقیدت ہے
[بعداز خدا، ص ۳۰۷]

شہر بریلی تجھ پر فضل ہے نوری کا　　آج بنا تو مرکز اہل سنت ہے
[بعداز خدا، ۳۲۳]

مرکز ہے سنیت کا بریلی کا شہر پاک　　چمکائی ہے رضا نے شریعت رسول کی
[بعداز خدا، ۱۶۱]

احمد رضا سے الفت سید میاں نے دی ہے
ہاں ہاں بریلویت سید میاں نے دی ہے
[بعداز خدا، ۳۳۵]

مسلک اعلیٰ حضرت:

مسلک اعلیٰ حضرت پر حملہ کرتے ہوئے سید صاحب کہتے ہیں کہ
''دیکھو ایک بات سنو مسلک میرے دادا نے دیا یہ جو مسلک اعلیٰ حضرت کی ٹٹ پنجیاں ہاتھ میں لئے پھر رہے ہیں لوگ یہ جھنجھنا، یہ جھنجھنا ہاتھ میں کھلونا تھمایا ہے میرے دادا آل مصطفی نے سمجھے، اور یہ بدمذہبوں کے خلاف علی کی تلوار بنا کے تھمایا تھا۔ اور جب ہم نے دیکھا، کہ یہ تلوار سے ہٹ کر جھنجھنا بن گیا ہے۔ تو ہم نے ہاتھ سے چھین لیا۔ کہ لاؤ واپس کردو ہمارا، ہاں، کل شی یرجع الیٰ اصلہ، ہر چیز اپنی اصل کی طرف لوٹتی ہے۔ مارہرہ سے مسلک نکلا تھا اور مارہرہ سے یہ مسلک نکلے گا۔ اور مارہرہ ہے سید شاہ برکت اللہ کی نگری، جہاں کا مسلک ہے انسانیت۔ جہاں کا مذہب ہے محبت۔ اور جہاں کا دین ہے اعلیٰ انسانی قدروں کی تبلیغ کرنا۔

اور ہم بتادیں حضرت کو کہ حضرت آپریشن بیمار کا کیا جاتا ہے، اور جب وہ بیماری کینسر ہو تو اس ٹکڑے کو کاٹ کر پھینک دیا جاتا ہے یہ مسلک کینسر بن گیا تھا برکاتیت میں اس لئے ہم نے اس کو کاٹ کر پھینک دیا۔''

سید صاحب نے جس طرح مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف بیان بازی کی ہے وہ یقیناً افسوس ناک ہے۔ مسلک اعلیٰ حضرت کی حقانیت پر کسی کو کلام نہیں ہے، سید صاحب کے بزرگوں کی مسلک اعلیٰ حضرت سے متعلق خدمات اہل سنت سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ مسلک اعلیٰ حضرت کو کینسر بتا کر کاٹنے سے پہلے سید صاحب کو سوچنا چاہئے کہ آپ کے اکابر نے اس کو دین حق سے تعبیر کیا ہے، اور دین کو کینسر سے تعبیر کرنا خود بدعقیدگی کے کینسر سے کم نہیں ہے۔ اور جب تمام اہل سنت اور خاص کر مشائخ مارہرہ مقدسہ نے صاف کردیا ہے کہ مسلک اعلیٰ حضرت دین حق ہی کا نام ہے۔ تو دین پر آپ کی اجارہ داری نہیں ہے اور بھی ہیں دنیا میں۔ خود آپ کے خانوادہ کے آپ کے بڑے موجود ہیں جواب بھی مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت میں سرگرم ہیں۔ اور آپ کے مرکز عقیدت بلگرام شریف، مسولی شریف اور کالپی شریف کے مشائخ بھی موجود ہیں جو الحمدللہ مکمل مسلک اعلیٰ حضرت کی حمایت اور دن رات مسلک کی ترویج واشاعت میں کوشاں ہیں۔ ان سے بڑھ کر تو سید صاحب طبیب نہیں ہوسکتے جو کینسر کی تشخیص کر کے اسے کاٹنے کی فکر میں پڑ گئے ہیں۔

مسلک اعلیٰ حضرت دین حق ہے اور دین کبھی کینسر نہیں ہوتا ہاں البتہ اس سے منسوب کچھ لوگ بھلے ہی عقیدے اور عمل کے اعتبار سے کینسر جیسے ایمان لیوا مرض میں مبتلا ہوجائیں۔ تو اس سے دین پر کیا حرف آسکتا ہے۔ آئیں ہم مسلک اعلیٰ حضرت کی تعریف اور اس کی حمایت میں سید صاحب کے گھر سے چند حوالے پیش کرتے ہیں تاکہ مسلک اعلیٰ حضرت کو کینسر بتانے سے پہلے سید صاحب سوچ لیں کہ اس کینسر میں کہیں ان کے بڑے تو مبتلا نہیں ہے۔ العیاذ باللہ۔

اب ہم یہاں مسلک اعلیٰ حضرت کے دین حق ہونے مذہب مہذب ہونے مذہب اہل سنت ہونے پر مشائخ مارہرہ شریف سے چند حوالے پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

سید محمد اشرف صاحب قبلہ یادِ حسن میں اپنے والد گرامی حضور احسن العلماء علیہ الرحمہ کی مسلک اعلیٰ حضرت سے وابستگی اور محبت کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

بقیہ صفحہ ۱۰ پر

اہل قبلہ کی تکفیر اور فتاویٰ امارت شرعیہ

ڈاکٹر محمد امجد رضا امجدؔ

''فتاویٰ امارت شرعیہ'' مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد صاحب کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے۔ یہ امارت شرعیہ کے پہلے مفتی ہیں، اس میں سن 10/ جمادی الاولیٰ 1419ھ سے سن 5/ ذی قعدہ 1346ھ تک کے فتاویٰ ہیں۔ یہ مجموعہ 33/ ابواب اور 311/ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعہ میں مستفتی کے نام کو پتہ نہیں کیوں حذف کر دیا گیا ہے، پوری کتاب میں کہیں بھی کسی مستفتی کا نام نہیں، اس سے شبہہ ہوتا ہے کہ یہ جوابات باہر سے آئے ہوئے استفتاء کے ہیں یا مختلف موضوعات کے تحت اپنی پسند ومزاج کے مطابق وضع کردہ سوالات کے۔ اگرچہ اس کی بھی اپنی ایک اہمیت ہے مگر اس کا ذکر مقدمہ میں کیا جانا چاہئے تھا تاکہ قاری اس طرح کے شبہات میں مبتلا نہ ہو۔ فتویٰ کی زبان آسان ہے اور مجیب نے سوال کے جواب میں نفس مسئلہ بیان کرنے پر زیادہ توجہ دی ہے، یہی وجہ ہے کہ استدلال، ضروری حوالہ جات اور علمی وفقہی بحث کے تعلق سے قاری کو کمی کا احساس ہوتا ہے۔ بعض مقامات پر مجیب نے خلاف واقعہ بات لکھ دی ہے جس سے اس مجموعہ فتاویٰ کی حیثیت مجروح ہوگئی ہے۔ مثلاً: صفحہ ۲۶ پر ایک ذیلی سرخی ہے

[الف] مولانا عبدالکافی الہ آبادی کا مسلک
[ب] مدرسہ سبحانیہ الہ آباد کے لئے صحیح روش
[ج] مولانا عبدالکافی اور مولانا احمد رضا خاں صاحب کے درمیان علماء دیوبند کی تکفیر عدم تکفیر کے مسئلہ پر گفتگو اور اس کے تحت لکھا ہے کہ

''مولانا کا طریق عمل اعتقاداً اور عملاً صراط مستقیم اور افراط تفریط سے خالی تھا۔ اس لئے آپ کے تعلقات علماء دیوبند واتباع مولانا قاسم نانوتوی، اور مولانا رشید احمد گنگوہی اور علماء بریلی وتبعین مولانا احمد رضا خاں صاحب کے ساتھ یکساں تھے۔۔۔۔۔۔ مولانا محمد عبدالکافی صاحب قدس سرہ علماء دیوبند کی تضلیل وتکفیر کے قائل نہیں تھے، انہوں نے اپنی علمی تحقیقات اور کثرت افتاء کے دور میں جو تقریباً ۱۳۴۰ھ تک قائم رہا، علماء دیوبند کے خلاف نہ علی الاطلاق فتویٰ تکفیر دیا اور نہ نام بنام صراحت اسم کے ساتھ۔ وہ تو علماء اہل حدیث اور غیر مقلدین زمانہ کو بھی کافر نہیں سمجھتے تھے، چہ جائے کہ علماء دیوبند کی تکفیر کو بنظر استحسان دیکھنا۔''

آگے لکھا ہے:

''ہمیں خوب یاد ہے کہ حضرت استاذ ایک مرتبہ ایک خاص تقریب کے سلسلہ میں بدایوں تشریف لے گئے اور اسی تقریب میں مولانا احمد رضا بھی تشریف لائے تھے وہیں ان دونوں بزرگوں میں مخصوص صحبت ملاقات میں علماء دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ پر گفتگو ہوئی۔۔۔۔ حضرت الاستاذ نے فرمایا'' کہ آپ علماء دیوبند کی جن عبارتوں پر گرفت کرکے کفر کا حکم لگاتے ہیں کیا ان عبارتوں کا کوئی صحیح محمل نہیں ہوسکتا ہے؟ ہمارے امام ابوحنیفہ کا اصول ہے کہ عاقل بالغ کے قول کو جہاں تک ممکن ہو کسی صحیح محمل پر محمول کرنا چاہئے، اسی کے ساتھ اصول ومعانی وبلاغت میں بھی امر محقق ہے کہ کسی متکلم کے کلام کی مراد کو سمجھنے کے لئے اس کے معتقدات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے، اب یہ دونوں اصول ایسے ہیں جو اپنی جگہ محقق اور منصوص علیہ ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کسی پر حکم لگاتے وقت اس کو بھی پیش نظر رکھیں تو بہتر ہے۔''

آگے کا جملہ بھی توجہ طلب ہے:

''اس مختصر سی تقریر محبت آمیز لیکن پر از حقیقت کو سن کر حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے فرمایا'' بلاشبہ جناب نے ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے اور بلاشبہ ان اصولوں کی رعایت کرتے ہوئے اگر ہم ان عبارتوں

کے لکھنے والوں کو کافر نہیں کہیں تو خاطی ضرور کہہ سکتے ہیں''
اور آخر میں لکھا ہے کہ

''اسی کے ساتھ حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب
کے اصلی خیال پر ایک روشنی پڑتی ہے''

اس جواب میں کئی باتیں ایسی ہیں جو سوالات کھڑے کرتی ہیں اور اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ مجیب نے واقعہ کو گڑھ کر پیش کیا ہے، حقائق سے دانستہ چشم پوشی کی ہے اور عوام کو گمراہ کرنا چاہا ہے۔

[۱] سب سے پہلے تو یہ حقیقت تسلیم کرلی جائے کہ علمائے دیو بند کے عقائد کے حوالہ سے مولانا عبدالکافی الہ آبادی کو موقف وہی تھا جو امام احمد رضا کا تھا یعنی مولانا موصوف بھی علمائے دیوبند کی تکفیر کے قائل تھے۔ ان کے پیچھے نہ نماز پڑھتے تھے اور نہ کسی کے لئے اسے جائز سمجھتے تھے۔ اگر مفتی امارت شرعیہ یا ان کے حوارین اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو کوئی ایک فتویٰ ایسا دکھائیں جس میں مولانا عبدالکافی سے علمائے دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ پر سوال ہوا اور انہوں نے ان کی تکفیر نہیں کی اور تکفیر کرنے والوں کا برا سمجھا۔

[۲] یہاں ان تین فتووں کا ذکر نا گزیر معلوم ہوتا ہے جن میں علمائے دیوبند کی تکفیر کی گئی ہے اور اس پر آپ یعنی مولانا عبدالکافی الہ آبادی کی تصدیقات ہیں۔ پہلا فتویٰ مفتی نعیم الدین صاحب مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد کا ہے، دوسرا فتویٰ مولانا فرخند علی صاحب بانی مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام کا ہے اور تیسرا فتویٰ مفتی عبدالرشید صاحب مدرس مدرسہ سبحانیہ الہ آباد کا ہے۔ تینوں فتووں میں علمائے دیوبند کی تکفیر کی گئی ہے اور ان کے پیچھے نماز ناجائز لکھا گیا ہے، ان تینوں فتووں پر آپ کی تصدیقات موجود ہیں۔ یہ فتاویٰ علامہ عاشق الرحمٰن مدرسہ سبحانیہ الہ آباد، مولانا ملک الظفر مدرسہ خیریہ نظامیہ سہسرام اور ایک فوٹو کاپی راقم کے پاس محفوظ ہے۔ تصدیق کے لئے رابطہ کیا جاسکتا ہے۔ اس حقیقت کے برخلاف مولانا سجاد صاحب کا یہ لکھنا کہ ''مولانا محمد عبدالکافی صاحب قدس سرہ علماء دیوبند کی تضلیل وتکفیر کے قائل نہیں تھے'' سراسر غلط بے بنیاد اور مبنی بر کذب ہے۔

[۳] اس حوالہ سے تیسری خاص بات یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ مناظر اہل سنت مجاہد ملت حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب قبلہ جنہوں نے زندگی بھر علمائے دیوبند کے ساتھ ایمان وکفر کی جنگ لڑی اور ہر مناظرے میں علمائے دیوبند کی تکفیر ثابت کی اور من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر (یعنی جوان کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے) تک فرمایا، وہ حضرت مولانا عبد الکافی الہ آبادی ہی کے مرید وخلیفہ تھے۔ اگر معاملہ ایسا ہی ہوتا جیسا مفتی امارت شرعیہ لکھ رہے ہیں تو اس فتویٰ کی زد میں خود مولانا عبد الکافی بھی آتے اور ایسی صورت میں حضرت مجاہد ملت مولانا عبدالکافی سے بیعت وارادت کا تعلق قائم نہیں رکھ سکتے تھے۔ مگر تاریخ شاہد ہے کہ پیر ومرید کا یہ رشتہ کبھی منقطع نہیں ہوا اس سے صاف واضح ہے کہ اس مسئلہ میں پیر ومرید دونوں کا ایک ہی موقف تھا۔

[۴] چوتھی بات یہ کہ حضرت مولانا فرخند علی علیہ الرحمہ حضرت مولانا عبدالکافی علیہ الرحمہ کے سب سے مقرب اور معتمد شاگرد تھے خود مولانا سجاد صاحب نے اسی فتویٰ میں لکھا ہے کہ:

آپ کی عادت شریفہ از رہ حوصلہ افزائی یا ذرہ نوازی یہ تھی کہ آپ کے پاس جو اہم استفتاء جاتے تھے تو اس کے جواب اس وقت تک نہ دیتے تھے جب تک مجھ سے اور جناب مولانا فرخند علی صاحب سے ملاقات نہ ہو اور اس کے متعلق مشورہ نہ فرمالیں اس قسم کے سوالات کی ایک یادداشت وہ مرتب فرماتے تھے اور اس یادداشت کی بنا پر گفتگو اور بحث کے بعد خلاصہ جواب نوٹ فرماتے تھے''

حضرت مولانا فرخند علی صاحب کے اس تکفیری فتویٰ پر حضرت مولانا عبدالکافی الہ آبادی صاحب کا دستخط موجود ہے۔ اس سے صاف واضح ہے کہ علماء دیوبند کے تکفیر کے مسئلہ میں بھی انہوں نے اپنے ''معتمد تلمیذ'' کے موقف کی تائید کی۔ اور علمائے دیوبند کو ان کی کفر عبارات کے سبب کافر سمجھا۔ مولانا سجاد صاحب کی گفتگو سے یہ بھی ظاہر ہے کہ اس طرح کے مسائل میں وہ اپنے تلامذہ سے ''گفتگو اور بحث'' کیا کرتے تھے۔ اور بات اپنے فتویٰ کی ہو یا شاگرد کے فتویٰ کے تصدیق کی، اصلا دونوں ایک ہی ہے، اس لئے یہ بھی ثابت ہے کہ اس موضوع پر پہلے انہوں نے اپنے ''معتمد شاگرد'' سے ''گفتگو اور بحث'' کی، اور اس کے بعد اس فتویٰ کی تصدیق کی ـــــ اس واضح اور بدیہی حقیقت کے باوجود مولانا سجاد صاحب کا یہ لکھنا سوائے کتمان حقیقت کے اور کیا ہے:

''آخری دور میں مدرسہ سبحانیہ کے کسی مدرس یا مفتی نے کوئی فتویٰ

لکھا ہو جو حضرت استاذ کے قدیم اور محقق روش سے ہٹا ہوا ہو اور اس مدرس یا مفتی نے اپنے فتویٰ پر دستخط کرا لیا ہو جو حضرت نے لکھنے والے پر اعتماد کر کے دستخط کر دیا ہو تو اس فتویٰ کا کوئی اعتبار نہیں کرنا چاہئے اور اس قسم کے فتویٰ یا تحریر کو حضرت استاذ کے مسلک کو معلوم کرنے کے لئے معیار بنانا سخت غلطی ہے"

بات کسی عام مدرس یا مفتی کی نہیں جسے نا قابل اعتبار سمجھ لیا جائے، بلکہ ان کی ہے جنہیں بارگاہ استاذ میں اعتماد کلی حاصل ہے، جن سے ہر مسئلہ میں استاذ مشورہ کرتا رہا ہے اور جس سے بحث کے بعد اپنا موقف واضح کرتا رہا ہے، اب اگر ایسے کسی "خاص شاگرد" کے فتویٰ پر استاذ کا دستخط موجود ہے تو "اس فتویٰ کا کوئی اعتبار" کیوں نہیں کرنا چاہئے اور "اس قسم کے فتویٰ یا تحریر کو حضرت استاذ کے مسلک کو معلوم کرنے کے لئے معیار بنانا سخت غلطی" کیوں ہونے لگا۔ خود اسی مجموعہ فتاویٰ میں مولانا سجاد صاحب کے ایک فتویٰ پر جو ترک موالات سے متعلق ہے مولانا فرخند علی صاحب کی تصدیق موجود ہے، اگر مولانا فرخند علی صاحب ان کے نزدیک قابل اعتماد نہیں تو اپنے کسی فتویٰ پر ان سے تصدیق لینا کیا معنیٰ رکھتا ہے ____ ان تمام تصریحات سے یہ اندازہ لگا دشوار نہیں کہ علماء دیوبند کی تکفیر کے تعلق سے "فتاویٰ امارت شرعیہ" میں بیان کیا گیا، مولانا عبد الکافی الٰہ آبادی کا موقف، بے بنیاد، واقعہ کے خلاف اور سراسر گڑھا ہوا ہے۔

[۵] یہاں یہ بات بھی قابل ذکر معلوم ہوتی ہے کہ واقعہ گڑھنے، کسی فتویٰ پر پڑھے بغیر تصدیق کرنے اور معلوم ہونے کے بعد کہ اس کی زد اپنے ہی عالم پر پڑ رہی ہے، اس سے رجوع کر لینے کا مرض علمائے دیوبند ہی کے یہاں عام ہے۔ دعویٰ تشنہ نہ رہ جائے اس لئے "فتاویٰ امارت شرعیہ" میں گڑھی ہوئی عبارت کی طرح علمائے دیوبند کی گڑھی ہوئی کتابوں کا عبرت ناک سانحہ بھی دیکھئے۔

جن دنوں امام احمد رضا، علمائے دیوبند کی کفری عبارات سے متعلق تحقیقی، توضیحی اور تنقیدی کتابیں لکھ کر ان سے توبہ ورجوع کا مطالبہ کر رہے تھے علمائے دیوبند بجائے اپنی لکھی ہوئی کفری عبارت پر نادم ہونے کے اپنی حمایت میں علمائے اہل سنت کے نام سے کتا بیں گڑھ کر شائع کر رہے تھے، جس کا ذکر امام احمد رضا نے مولانا اشرف علی تھانوی کو لکھے گئے اپنے اس مکتوب میں کیا ہے جو "ابحاث اخیرہ" کے نام سے شائع ہوا۔ چنانچہ علمائے دیوبند کی گڑھی ہوئی کتابوں کا ایک جدول ذیل میں ملاحظہ کریں اور فیصلہ کریں جب و دستار کی آڑ میں یہ لوگ دین کے ساتھ کتنا بڑا افراڈ کرتے ہیں:

نام کتاب	فرضی مصنف	فرضی مطبع	فرضی صفحہ	عنوان عبارت
ہدایۃ الربیہ	علامہ نقی علی صاحب	لاہور	۱۳	مسئلہ علم غیب
ہدایۃ الربیہ	علامہ نقی علی صاحب	لاہور	۱۴	تبدیل قبرستان بحمایت گنگوہی
تحفۃ المقلدین	حضرت خاتم المحققین	صبح صادق سیتاپور	۱۵	تعریف جناب گنگوہی
ہدایۃ الاسلام	علامہ رضا علی خان	صبح صادق سیتاپور	۳۰	مسئلہ علم غیب بحمایت تھانوی
خزینۃ الاصفیا	سید شاہ حمزہ قدس سرہ	کانپور	۱۵	مسئلہ علم غیب بحمایت تھانوی
ملفوظات	سید شاہ حمزہ قدس سرہ	مصطفائی	۱۷	تبدیل قبرستان بحمایت گنگوہی
مرأۃ الحقیقہ	سیدنا غوث اعظم	مصر	۱۸	مسئلہ علم غیب

یہ معاملہ تو چودہویں صدی کے مجدد امام احمد رضا قادری برکاتی علیہ الرحمہ والرضوان کے ساتھ تھا۔ ان خدا نا ترسوں نے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ والرضوان اور دیگر اسلاف کی کتابوں کو بھی تحریفات کا نشانہ بنایا بلکہ ان کے نام سے بھی کتابیں گڑھ کے شائع کیں۔ چنانچہ معروف محقق حضرت شاہ ابوالحسن زید فاروقی نے اپنی کتاب "القول الجلی کی بازیافت" میں "حکیم سید محمود احمد برکاتی" کے مضمون "شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان کی تحریرات می تحریفات" کا اقتباس نقل کیا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

ان حضرات (حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے خاندان) کی تالیفات کی کمیابی اور نایابی اور ان میں تحریفات کا سلسلہ تو سقوط دہلی سے پہلے ہی شروع ہو چکا تھا، شاہ صاحب کے مصنفات کو نایاب کر کے دوسرا اقدم یہ اٹھایا گیا کہ اپنے مصنفات کو شاہ صاحب کی طرف منسوب کر دیا اور اپنے نظریا کی تبلیغ شاہ صاحب کے نام سے کی گئی"

اب ذیل میں شاہ صاحب کی کتاب "تفہیمات الہیہ" میں ان نام نہاد موحدین کی شامل کردہ جعلی عبارت ملاحظہ کریں، جس کے جعلی ہونے کی پوری تحقیق مولانا سید فاروق القادری نے "انفاس العارفین" کے مقدمہ میں اور مولانا شاہ ابوالحسن زید نے "القول الجلی" کے مقدمہ میں پیش کردی ہے :

کل من ذہب الی بلدۃ اجمیر او الی قبر سالار مسعود او ما ضاہاہا لاجل حاجۃ یطلبہا فانہ اثم اثما اکبر من القتل والزنا الیس مثلہ الا مثل من کان یعبد المصنوعات او مثل من کان یدعو اللات والعزیٰ (تفہیمات الٰہیہ ،مطبوعہ حیدرآباد سندھ جلد ۲ ـ ص ۴۲)

[۶] بدایوں میں مولانا عبدالکافی الہ آبادی اور امام احمد رضا کی ملاقات کے امکانات سے انکار نہیں مگر اس ملاقات کے دوران علمائے دیوبند کی تکفیر کے مسئلہ میں مولانا عبدالکافی الہ آبادی کا یہ فرمانا کہ:

کہ آپ علماء دیوبند کی جن عبارتوں پر گرفت کر کے کفر کا حکم لگاتے ہیں کیا ان عبارتوں کا کوئی صحیح محمل نہیں ہوسکتا ہے؟ ہمارے امام ابوحنیفہ کا اصول ہے کہ عاقل بالغ کے قول کو جہاں تک ممکن ہو کسی صحیح محمل پر محمول کرنا چاہئے، کسی کے ساتھ اصول ومعانی و بلاغت میں بھی امر متحقق ہے کہ کسی متکلم کے کلام کی مراد کو سمجھنے کے لئے اس کے معتقدات کو بھی پیش نظر رکھنا چاہئے ،اب یہ دونوں اصول ایسے ہیں جو اپنی جگہ محقق اور منصوص علیہ ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ آپ کسی پر حکم لگاتے وقت اس کو بھی پیش نظر رکھیں تو بہتر ہے۔"

اور اس پر امام احمد رضا کا یہ فرمانا:

"بلاشبہہ جناب نے ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے اور بلاشبہ ان اصولوں کی رعایت کرتے ہوئے اگر ہم ان عبارتوں کے لکھنے والوں کو کافر نہیں کہیں تو خاطی ضرور کہہ سکتے ہیں"

اس صدی کا سب سے بڑا افراڈ ہے۔ جسے خود مولانا سجاد اور "فتاویٰ امارت شرعیہ" کے ناشرین بخوبی جانتے ہیں۔

"عبارتوں کے صحیح محمل" کے حوالے سے، مولانا عبدالکافی سے منسوب جو بات مفتی امارت شرعیہ نے لکھی ہے تاریخی حقیقت یہ ہے کہ امام احمد رضا نے ہمیشہ اس احتیاط اور احتمال کا خیال رکھا ہے اور اس وقت تک انہوں نے کسی کی تکفیر نہیں کی ہے جب تک حقائق پورے طور پر واضح نہیں ہوگئے اور قائل کے قول کا کفری معنیٰ متعین نہیں ہوگیا۔ اس کا ذکر بار بار خود انہوں نے اپنی مختلف کتابوں میں کیا ہے۔ مثلا "۱۳۰۹ھ میں عظیم آباد سے شائع کتاب "سبحان السبوح۔۔۔" میں امام احمد رضا نے اس کی پوری وضاحت کی پھر صفر ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد ہی سے شائع ہونے والی کتاب "سل السیوف الہندیہ علی کفریات بابا النجدیہ" میں آپ نے اس سلسلہ میں لکھا:

"اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں بے حد برکتیں ہمارے علمائے کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے اور اس طائفہ کے پیرے بات بات پر سچے مسلمانوں کی نسبت حکم کفر سنتے ہیں بایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے نہ قوت انتقام حرکت میں آتی ہے وہ اب تک یہی تحقیق فرمارہے ہیں کہ لزوم والتزام میں فرق ہے اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کا کافر مان لینا اور بات۔ ہم احتیاط برتیں گے ،سکوت کریں گے جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے"

۱۳۱۷ھ میں عظیم آباد ہی سے آپ کی کتاب "ازالۃ العار بحجر الکرائم عن کلاب النار" شائع ہوئی اس میں آپ فرماتے ہیں

ہم اس باب میں قول متکلمین اختیار کرتے ہیں ان میں جو کسی دینی ضرور کا منکر نہیں، نہ ضروری دین کے کسی منکر کو مسلمان کہتا ہے اسے کافر نہیں کہتے۔

اسی موضوع پر لکھی ہوئی اپنی مشہور کتاب "تمہید ایمان" میں فرماتے ہیں:

مسلمانو! یہ روشن، ظاہر، واضح، قاہر عبارات تمہارے پیش نظر ہیں جنہیں چھپے ہوئے دس دس (۱۰/۱۰) اور بعض کو سترہ (۱۷) اور تصنیف کو انیس ۱۹/ سال ہوئے اور ان دشامیوں کی تکفیر تو اب چھ ۶/ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی جب سے "المعتمد المستند" چھپی۔ ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ اور رسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو یہ عبارتیں

فقط ان مفتریوں کا افترا ہی رد نہیں کرتیں بلکہ صراحۃ صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہر گز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک کہ یقینی قطعی، واضح روشن جلی طور سے ان کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا جس میں اصلا اصلا ہرگز ہرگز کوئی گنجائش کوئی تاویل نہ نکل سکتی کہ آخر یہ بندہ خدا وہی تو ہے جو ان کے اکابر پر ستر ستر وجہ سے لزوم کفر کا ثبوت دے کر یہی کہتا ہے کہ ہمیں ہمارے نبی ﷺ نے اہل لاالہ الااللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکم اسلام کے لئے اصلا کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے، یہ بندہ خدا وہی تو ہے جو خود ان دشنامیوں کی نسبت (جب تک ان کی دشنامیوں کی اطلاع یقینی نہ ہوئی تھی) اٹھتر وجہ بحکم فقہائے کرام لزوم کفر کا ثبوت دے کر یہی لکھ چکا تھا کہ ہزار ہزار بار حاشاللہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا، جب کیا ان سے کوئی ملاپ تھا اب رنجش ہوگئی؟ جب ان سے جائداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوگئی؟ حاشاللہ مسلمانوں کا علاقہ محبت وعداوت صرف محبت وعداوت خدا اور سول ہیں جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر نہ ہوئی یا اللہ ورسول کی جناب میں ان کی دشنام نہ دیکھی نہ سنی تھی اس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا، غایت احتیاط سے کام لیا حتیٰ کہ فقہا کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطا ان کا ساتھ نہ دیا اور متکلمین کا عظام کا مسلک کا اختیار کیا جب صاف صریح انکار ضروریات دین ودشنام دہی رب العلمین وسید المرسلین آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمہ دین کی تصریحیں (شفا شریف،، بزازیہ، درر، غرر، فتاویٰ خیریہ، مجمع الانہر، درمختار، شرح فقہ اکبر کے حوالے سے) سن چکے من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر جو ایسے کے معذب اور کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے۔ اپنا اور اپنے دینی بھائیوں عوام اہل اسلام کا ایمان بچانا ضروری تھا لاجرم حکم کفر دیا اور شائع کیا''

یہاں یہ واضح کردینا مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علمائے دیوبند کی جن کتابوں پر تکفیر کا حکم دیا گیا ہے اس میں

''تحذیر الناس'' کی تصنیف کے تیس سال بعد
''براہین قاطعہ'' کی اشاعت کے تقریبا سولہ سال بعد
''حفظ الایمان'' کی اشاعت کے قریبا ایک سال بعد
۱۳۲۰ھ میں ''المعتقد المنتقد'' کے حاشیہ ''المعتمد المستند'' میں مرزا غلام احمد قادیانی اور مذکورہ بالا کتابوں کے مصنفین مولانا قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا خلیل احمد انبیٹھوی، مولانا اشرفعلی تھانوی پر ان کی عبارات کفریہ کے سبب حکم کفر عائد کیا۔ اب اس سے زیادہ احتیاط اور تحقیق حال واحوال کی صورت اور کیا ہوسکتی تھی جس کے نہ ہونے کا الزام امام احمد رضا پر دیا جاتا ہے۔

علمائے دیوبند اپنے بچاؤ کے لئے مختلف طرح کے حربے استعمال کرتے ہیں اور عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا نے احادیث اور فقہی جزئیات کی خلاف ورزی کی ہے ان میں یہ حربے بہت مشہور ہیں:

- اسلام نام کلمہ گوئی کا ہے حدیث شریف میں ہے من قال لاالٰہ الااللہ دخل الجنہ، جس نے لاالہ الااللہ پڑھ لیا جنت میں جائے گا، پھر کسی قول یا فعل سے کافر کیسے ہوسکتا ہے؟
- امام اعظم کا مذہب ہے لانکفر احدمن اہل القبلہ ہم اہل قبلہ میں سے کسی کو کافر نہیں کہتے۔ پھر علمائے دیوبند کی تکفیر کیسے ہوسکتی ہے۔
- فقہ میں لکھا ہے جس میں ننانوے باتیں کفر کی ہوں گی اور ایک بات اسلام کی، تو اس کو کافر نہیں کہنا چاہئے۔

امام احمد رضا نے ان تمام شبہات کا شافی وافی کافی جواب اپنی کتابوں میں دے دیا ہے۔ پہلے دونوں شبہات کے علمی اور مدلل جوابات کے لئے ''تمہید ایمان'' کا مطالعہ کیا جائے۔ آخری شبہہ چوں کہ مفتی امارت شرعیہ کے اٹھائے ہوئے سوال سے ہے (اور یہی مذموم خیال اب صلح کلیت کی روشنی پر ایمان لانے والے بعض افراد کا ہے) اس لئے اس کی تھوڑی توضیح ضروری ہے

اس تیسرے شبہ کا جواب بھی امام احمد رضا نے ''تمہید ایمان'' میں دیا ہے یہاں اس کا خلاصہ حاضر کیا جاتا ہے جس سے مسئلہ زیر بحث کی مکمل وضاحت ہوجاتی ہے۔ امام احمد رضا اس حوالے سے فرماتے ہیں:

اولا: یہ مکر خبیث سب مکروں سے بدتر وضعیف جس کا حاصل یہ کہ جو شخص دن میں ایک بار اذان دے یا دو رکعت نماز پڑھ

لے اور ننانوے بار بت پوجے، سنکھ پھونکے، گھنٹی بجائے، وہ مسلمان ہے کہ اس میں ننانوے باتیں کفر کی ہیں تو ایک اسلام کی بھی ہے یہی کافی ہے حالانکہ مومن تو مومن کوئی عاقل اسے مسلمان نہیں کہہ سکتا۔

ثانیا: اس کی رو سے سوائے دہریے کے کہ سرے سے خدا کے وجود ہی کا منکر ہے تمام کافر، مشرک مجوس ہنود، نصاریٰ میہود وغیرہم دنیا بھر کے کفار سب کے سب مسلمان ٹھہرے جاتے ہیں کہ اور باتوں کے منکر سہی، آخ وہ وجود خدا کے تو قائل ہیں ایک یہی بات سب سے بڑھ کر اسلام کی بات، بلکہ تمام اسلامی باتوں کی اصل الاصول ہے۔

ثالثا: اس کی رد میں قرآن عظیم کی وہ آیتیں کہ اوپر گذریں کافی ووافی ہیں جن میں باوصف کلمہ گوئی ونماز خوانی، صرف ایک ایک بات پر حکم تکفیر فرمایا، کہیں ارشاد ہوا کفروا بعد اسلامھم، وہ مسلمان ہو کر اس کلمہ کے سبب کافر ہو گئے۔ کہیں فرمایا لاتعتذروا قد کفرتم بعد ایمانکم، بہانے نہ بناؤ تم کافر ہو چکے ایمان کے بعد۔ حالانکہ اس مکر خبیث کی بنا پر جب تک ننانوے سے زیادہ کفر کی باتیں جمع نہ ہو جاتیں، صرف ایک کلمہ پر حکم کفر (معاذ اللہ) صحیح نہ تھا۔

رابعا: کلام الٰہی میں فرض کیجئے اگر ہزار باتیں ہوں تو ان میں سے ہر ایک بات کا ماننا اسلامی عقیدہ ہے۔ اب اگر کوئی شخص ۹۹۹ ر نو سو ننانوے مانے اور صرف ایک نہ مانے تو قرآن عظیم فرمارہا ہے (سورہ بقرہ، رکوع نمبر ۱۰) کہ وہ ان ۹۹۹ ر کے ماننے سے مسلمان نہیں، بلکہ صرف اس ایک کے نہ ماننے سے کافر ہے۔ دنیا میں اس کی رسوائی ہوگی اور آخرت میں اس پر سخت عذاب۔

خامسا: فقہا نے یہ نہیں فرمایا کہ جس شخص میں ننانوے باتیں کفر کی اور ایک اسلام کی ہو وہ مسلمان ہے۔ حاشا للہ! بلکہ تمام امت کا اجماع ہے کہ جس میں ننانوے ہزار باتیں اسلام کی اور ایک بات کفر کی ہو وہ یقینا قطعا کافر ہے۔ ننانوے قطرے گلاب میں ایک بوند پیشاب کا پڑ جائے سب پیشاب ہو جائے گا مگر یہ جاہل کہتے ہیں کہ ننانوے قطرے پیشاب میں ایک بوند گلاب کا ڈال دو سب طیب طاہر ہو جائے گا۔ حاشا کہ فقہا تو فقہا کوئی ادنیٰ تمیز والا بھی ایسی جہالت بکے۔ بلکہ فقہائے کرام نے یہ فرمایا ہے کہ جس مسلمان سے کوئی ایسا لفظ صادر ہو

جس میں سو پہلو نکل سکیں ان میں ننانوے پہلو کفر کی طرف جاتے ہوں اور ایک اسلام کی طرف تو جب تک ثابت نہ ہو جائے کہ اس نے خاص کوئی پہلو کفر کا مراد رکھا ہے، ہم اسے کافر نہ کہیں گے کہ آخر ایک پہلو اسلام کا بھی تو ہے، کیا معلوم شاید اس نے یہی پہلو مراد رکھا ہو اور ساتھ ہی فرماتے ہیں کہ اگر واقع میں اس کی مراد کوئی پہلوئے کفر ہے تو ہماری تاویل سے اسے فائدہ نہ ہوگا وہ عنداللہ کافر ہی ہوگا۔

اب اس کی ایک مثال دے کر اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں مثلا زید کہے "عمرو کو علم قطعی یقینی غیب کا ہے" اس میں اتنے پہلو ہیں:

(۱) عمرو اپنی ذات سے غیب داں ہے۔ یہ صریح کفر و شرک ہے
(۲) عمرو آپ تو غیب داں نہیں مگر جن علم غیب رکھتے ہیں ان کے بتائے سے اسے غیب کا علم یقینی حاصل ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کفر ہے
(۳) عمرو نجومی ہے
(۴) رمال ہے
(۵) سامندرک جانتا، ہاتھ دیکھتا ہے
(۶) کووے وغیرہ کی آواز
(۷) حشرات الارض کے بدن پر گرنے
(۸) کسی پرندے یا وحشی چرندے کے داہنے یا بائیں نکل کر جانے
(۹) آنکھ یا دیگر اعضاء کے پھڑکنے سے شگون لیتا ہے
(۱۰) پانسہ پھینکتا ہے
(۱۱) فال دیکھتا ہے
(۱۲) حاضرات سے کسی کو معمول بنا کر اس سے احوال پوچھتا ہے
(۱۳) مسمریزم جانتا ہے
(۱۴) جادو کی میز
(۱۵) روحوں کی تختی سے حال دریافت کرتا ہے
(۱۶) قیافہ داں ہے
(۱۷) علم زائرجہ سے واقف ہے ان ذرائع سے غیب کا علم قطعی یقینی ملتا ہے۔ یہ سب بھی کفر ہیں
(۱۸) عمرو پر وحی رسالت آتی ہے اس کے سبب غیب کا علم یقینی پاتا ہے، یہ اشد کفر ہے۔
(۱۹) وحی تو نہیں آتی مگر بذریعہ الہام جمیع غیوب اس پر منکشف ہو گئے ہیں، اس کا علم تمام معلومات الٰہی کو محیط ہو گیا، یہ یوں

کفر ہے کہ اس نے عمرو کو علم حضور ﷺ پر ترجیح دے دی، کہ حضور ﷺ کا علم بھی جمیع معلومات الٰہی کو محیط نہیں،

(۲۰) جمیع کا احاطہ نہ سہی مگر جو علوم غیب اسے الہام سے ملے ان میں ظاہرا باطنا کسی طرح کی رسول انس وملک کی وساطت وتبعیت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بلا واسطہ رسول اصلاتہ اسے غیوب پر مطلع کیا یہ بھی کفر ہے۔

(۲۱) عمرو کو رسول اللہ ﷺ کے واسطہ سے سمعا یا عینا یا الہاما بعض غیوب کا علم قطعی اللہ عز وجل نے دیا یا دیتا، یہ احتمال خالص اسلام ہے۔ تو محققین فقہا اس قائل کو کوفر نہ کہیں گے کہ اگر چہ اس کی بات کے اکیس پہلووں میں سے بیس کفر ہیں مگر ایک اسلام کا بھی ہے۔ احتیاط وتحسین ظن کے سبب اس کا کلام اسی پر محمول کریں گے جب تک ثابت نہ ہو کہ اس نے کوئی پہلوئے کفر ہی مراد لیا۔ نہ کہ ایک ملعون کلام، تکذیب خدا یا تنقیص شان سید الانبیاء علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والثنا میں صاف صریح ناقابل تاویل وتوجیہ ہو اور پھر بھی حکم کفر نہ ہو۔ اب تو اسے کفر نہ کہنا کفر کو اسلام ماننا ہوگا اور جو کفر کو اسلام مانے خود کافر ہے۔

اسی کتاب میں صفحہ ۴۶ پر احتمال کے تعلق سے فرماتے ہیں:

> احتمال وہ معتبر ہے جس کی گنجائش ہو۔ صریح بات میں تاویل نہیں سنی جاتی، ورنہ کوئی بات بھی کفر نہ رہے۔ مثلاً زید نے کہا خدا دو ہیں۔ اس میں یہ تاویل ہو جائے کہ لفظ خدا سے بحذف مضاف حکم خدا مراد ہے یعنی قضا دو ہیں، مبرم ومعلق، جیسے قرآن عظیم میں فرمایا الا ان یاتی اللّٰہ ای امر اللّٰہ، عمرو کہے میں رسول اللہ ہوں" اس میں تاویل گڑھ لی جائے کہ لغوی معنیٰ مراد ہیں یعنی خدا ہی نے اس کی روح بدن میں بھیجی۔ ایسی تاویلیں زنہار مسموع نہیں"

احتمال کے تعلق سے یہ بات قابل ذکر معلوم ہوتی ہے کہ اس موضوع پر حضرت مفتی محمد مطیع الرحمٰن صاحب رضوی کی ایک مدلل اور مستند کتاب "اہل قبلہ کی تکفیر" کے نام سے موجود ہے، جو المجمع المصباحی سے شائع ہو چکی ہے، جس میں آپ نے امام احمد رضا کی کتابوں کی روشنی میں ہی احتمال کی دونوں صورتوں یعنی "احتمال عن دلیل" اور احتمال بلا دلیل" کی تمام شقیں بیان کردی ہیں، پھر محل کے اعتبار سے احتمال کے تحقق کی تین صورتیں:

- کلام میں احتمال ــــــ یعنی اثبات ودلالت میں احتمال
- تکلم میں احتمال ــــــ یعنی اسناد وثبوت میں احتمال
- متکلم میں احتمال ــــــ یعنی متکلم کے حالات وکیفیات می احتمال

بیان کرتے ہوئے علمائے دیوبند کی تکفیر اور شاہ اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر کلامی سے احتیاط کے سارے حقائق بیان کردئے ہیں۔ اسی کتاب میں فتاویٰ رضویہ جلد ۹/ص ۱۴۱ ۹ کے حوالے سے امام احمد رضا کا موقف بھی لکھ دیا گیا ہے کہ:

> کسی قول یا فعل کا موجب کفر ہونا تو خود افعال مکلفین ہی سے بحث ہے اس کے بیان کو کتب فقہ میں "باب الردہ" مذکور اور صد ہا اقوال وافعال پر انہی مشائخ کے بے شمار فتوائے کفر مسطور، مگر محققین محتاط، تارکین تفریط وافراط، بآنکہ سچے دل سے حنفی مقلد اوران مشائخ کرام کے خادم ومعتقد ہیں، زنہار ان پر فتویٰ نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے، بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیفہ اگر چہ دوسرے ہی مذہب کی، دربارۂ اسلام مل جائے گی اسی پر عمل کریں گے اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہو لے کافر نہ کہیں گے۔ الخ

اہل علم اور صاحب الرائے حضرات ان تصریحات کی روشنی میں اندازہ لگا سکتے ہیں کہ مفتی امارت شرعیہ نے مولانا عبدالکافی الہ آبادی کی زبانی جس "صحیح محمل" کی بات کی تھی، امام احمد رضا کی مذکورہ بالا تحریروں میں اس احتیاط اور احتمال کی کتنی تفصیل موجود ہے۔ اور ان تصریحات سے یہ بھی مترشح ہے کہ تکفیر کے معاملہ میں امام احمد رضا کتنے محتاط تھے۔ اس کے باوجود مولانا عبدالکافی کی طرف منسوب کرکے مفتی امارت شرعیہ کا لکھنا کہ "کہ آپ علماء دیوبند کی جن عبارتوں پر گرفت کرکے کفر کا حکم لگاتے ہیں کیا ان عبارتوں کا کوئی صحیح محمل نہیں ہو سکتا ہے؟ اور اس کے جواب میں امام احمد رضا کی زبانی یہ کہلوانا کہ "بلاشبہہ جناب نے ایک اہم نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے" کتنا مضحکہ خیز معلوم ہوتا ہے۔ بھلا جس نے اس نوعیت کے تمام فتاویٰ میں احتمال اور تاویل کے سارے پہلووں کو پیش نظر رکھا ہو بلکہ اس پر عالمانہ بحث کی ہو اور جس کے ابحاث علمیہ کو پیش نظر رکھ کر اس موضوع پر پوری کتاب تیار ہو سکتی ہو اس کی زبان سے اس موضوع پر "توجہ دلانے" کی بات کرنا کتنا بڑا فریب ہے، بتلانے کی ضرورت نہیں ہے۔

□□□

اتحاد کا قاتل کون؟

ڈاکٹر غلام مصطفےٰ نجم القادری: پرنسپل الجامعۃ الرضویہ پٹنہ

اتحاد زندگی ہے اختلاف موت، اتحاد روشنی ہے اختلاف ظلمت، اتحاد فتح ہے اختلاف شکست، اس مسلمہ حقیقت کے جاننے اور ماننے کے باوجود اس وقت عالمی تناظر میں جو قوم سب سے زیادہ طبقاتی کشمکش اور جغرافیائی آویزش اور تعصبی تناؤ کی شکار ہے۔ بلاشبہ وہ قوم مسلم ہے بلکہ افتراق وانشقاق کی جتنی صورتیں ہوسکتی ہیں وہ آج بلا تامل آئینۂ قوم وملت میں مشاہدہ کی جاسکتی ہیں۔

ویسے اس کی قہر مانی وجبر سامانی کا احساس اب تقریباً ہر طبقۂ فکر کو ہونے لگا ہے، ادیب وخطیب، نقاد ونقیب سب اپنی اپنی شبنمی فکروں سے اس برق وشرر کو بجھانے کی سعی مشکور میں نظر آنے لگے ہیں، اخبارات ورسائل میں آئے دن اتحاد کی ضرورت اور اختلاف کی نحوست پر مضامین شائع ہو رہے ہیں، علمی مجلس اور سیمینار کی محفل میں دانشوارانِ قوم اپنے خیالات کے لعل وگہر سے اس موضوع کا دامن لالہ زار کر رہے ہیں۔ مگر ہو یہ رہا ہے کہ اتحاد کی اہمیت وافادیت پر تو عرق ریزی ہو رہی ہے مگر اسباب اختلاف پر دیدہ ریزی اور بحث وتفحص کی ضرورت محسوس نہیں کی جاتی، نتیجہ یہ ہے کہ ٹھوس مقاصد پیراستہ حاصل محصول جلوہ آرا نہیں ہو پاتا۔ یہ تو وہی بات ہوگئی کہ ناپاک کنویں سے پانی تو نکال لیا جائے مگر غلاظت کا خیال نہ رکھا جائے، اس لیے اس مختصر مضمون میں ہم وجہ اختلاف اور دفع اختلاف پر خصوصی توجہ دینے کی کوشش کر رہے ہیں

شاید کہ اتر جائے تیرے دل میں میری بات

اسلام عالمگیر تحریک کی شکل میں وجود پذیر ہوا ہے اور اسے اپنی اصلی شکل میں قیامت تک باقی رہنا ہے، تحریک کا دائرہ ملکی ہو یا آفاقی، اس کے بقا وارتقا اور اثر ونفوذ کے لیے دو چیزیں درکار ہوتی ہیں، ایک اتحاد اور دوسری اعتماد، اتحاد سے تحریک کو قوت ملتی ہے اور اعتماد سے مقناطیسیت، یہ دو چیزیں جس تحریک کو میسر آجائیں اسے گھنگھور گھٹا کی طرح چھا جانا، اور موسلا دھار بارش کی طرح برسنا ہی ہے، بنابریں آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسلامی تحریک کو آفاقیت کے رنگ وروپ میں چلانا اور پھیلانا شروع کیا تو پہلے تحریک کے جسم میں اتحاد کی روح اور اعتماد کی جان ڈالنے پر خصوصی توجہ فرمائی، آپ کی یہ کوشش ایسی بارآور، بامراد، اور بامعنی ثابت ہوئی کہ اخوت ومروت، محبت ومودت کی جتنی درخشاں مثالیں ہمیں آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی برپا کی ہوئی سوسائٹی میں ملتی ہیں، کہیں اور نظر نہیں آتیں۔ حالانکہ جس اضطرابی ماحول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اہم واعظم کام کا بیڑا اٹھایا تھا اختلاف کا آتش فشاں پورے جزیرہ عرب کو اپنے سوزشیں پنجے میں جکڑے ہوئے تھا، ایک ایک اختلاف صدیوں پر محیط ہوتا تھا، نسل درنسل اس کے اثرات چلتے تھے، ایسے خوں فشاں ماحول کو نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تحریکی صلاحیت، اور نبوی دانش وحکمت سے ایسا معتمد ومستند کر دیا کہ ذرے ہمدوش کہکشاں ہو گئے، بلال حبشہ سے، سلمان فارس سے، صہیب روم سے، مختلف رنگ ونسل، تہذیب وتمدن اور فکر وخیال کا سیارہ بن کے آئے اور یہاں ایک سلک محبت میں پرو گئے کہ ملی وحدت کا فقید المثال نمونہ بن گئے، عالم یہ تھا کہ کسی ایک کا غم جماعت کے لبوں سے مسکراہٹ چھین لیتا، اور کسی ایک کی خوشی ہر جز وکل کو گلنار بنا دیتی۔ کیا اختلاف کے آنگن میں اتحاد کا وہ کنول اچانک کھل اٹھا تھا؟ نہیں! اس کے لیے آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے حالات کا مطالعہ فرمایا، کیفیات کا جائزہ لیا، پھر نسخہ کیمیا تجویز فرمایا تھا، اتحاد کے محل کی تعمیر کے ساتھ اختلاف کے قلعہ پر بمباری بھی کی، اتفاق کی حنابندی کے ساتھ

نفاق کی بنیادوں پر کاری ضرب بھی لگائی، زمین محبت کو ضرر رساں پودوں سے پہلے پاک کیا تب گلاب رحمت کی کاشت کی، نتیجہ یہ ہوا کہ خار رشکِ گلاب بن گئے۔

غرض کہ اتحاد کے قاتل کا چن چن کر آپ نے صفایا کیا پھر اتحاد کی تخم ریزی پہلے کونپل کی شکل میں مسکرائی بعد میں تناور درخت بن کر ابھری اور پھر باد بہاری کے روپ میں جھومی-- اس زمانے میں جو چیزیں اتحاد و یگانگت کے لیے زہر قاتل بنی ہوئی تھیں ان میں جو نام سب سے نمایاں ہے وہ ہے "تعصب" تعصب لغت میں، طرفداری کرنا (کشوری) بے جا حمایت کرنا (فیروز اللغات) دلیل ظاہر ہو جانے کے بعد بھی حق بات کو نہ ماننا (المنجد) حق کو قبول نہ کرنا (مصباح) مسلک اور عقیدے میں غیور ہونا (قاموس) تعصب کا یہی آخری ایک معنی ہے جو سنجیدہ ہے بقیہ تمام معنی میں غیر سنجیدہ، آج کل غیر سنجیدہ معنوں ہی میں یہ کثیر الاستعمال ہے، اپنی غیر سنجیدگی ہی کی وجہ سے یہ لفظ خرافات و مکروہات کا سرچشمہ بنا ہوا ہے، بغاوت، سرکشی، بے حیائی، بغض، حسد، کینہ، غصہ، نفرت، ظلم وغیرہ سب اسی کے زائیدہ و پروردہ مفاسد کے اسما ہیں، تعصب چاہے جس نوعیت کا ہو علمی ہو یا عملی، نسبی ہو یا منصبی، ملکی ہو یا وطنی سب کا انجام گھاتک اور بھیانک ہے، پیش کردہ اسمائے مفاسد میں سے کوئی بھی ایک کسی بھی دل میں نمودار ہو جائے تو اس دل سے قدر شناسی، حفظ مراتب، ذرہ نوازی کا جذبہ مفقود ہو جاتا ہے، اور جس دل سے یہ چیزیں رخصت ہو جائیں وہاں کرم گستری، خلوص گزاری، اور جاں سپاری کا سورج کیسے چمکے گا؟ اور جب تک دل ولولہ اخوت سے سرشار نہ ہو عروج آدم خاکی کا خواب کیسے شرمندہ تعبیر ہوگا؟ اس لیے آقائے کو نین صلی اللہ علیہ وسلم نے اتحاد کے تمام قاتل نظریات کی شہ رگ کاٹ کر رکھ دی، مزاحم اعتماد تمام منفی خیالات کو پیوند زمین کر دیا، اس حوالے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات دو قسم کے ہیں، ایک ترغیبی دوسرا تہدیدی، ترغیبی بیان میں بڑے ناصحانہ پیرائے میں عمل پر ابھارا گیا ہے اور اس کے فوائد پر روشنی ڈالی گئی ہے اور تہدیدی فرمان میں پیغمبرانہ شان سے منصفانہ اسلوب میں اس کام سے جو ناپسندیدہ ہے، باز رہنے کا حکم سنایا گیا ہے اور اس کے مفاسد کی قلعی کھولی گئی ہے۔

مثلاً فرمایا پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "الخلق کلھم عیال اللہ فاحبھم الی اللہ انفعھم لعیالہ" (فیض القدیر ج 2 ص 65) تمام مخلوق اللہ کی عیال ہے اور تمام مخلوق میں خدا کا سب سے زیادہ پیارا وہ ہے جو اس کے کنبے کو زیادہ نفع پہنچائے، اس حدیث میں مخلوق کو اللہ کا کنبہ کہ کر ایک طرف کنبے کی عزت دلوں میں بٹھائی اور دوسری طرف اسے نفع پہنچانے پر مائل کیا اور نتیجے میں اللہ کی محبوبیت عظمیٰ کی بشارت سنائی، جس عمدگی سے بات کہی گئی ہے اس سے زیادہ دلنشینی کا تصور اظہار خیال میں غیر ممکن ہے، یہ نبوی اعجاز ہے---تعصب بہرحال تعصب ہے، جس فرد یا جماعت کو یہ روگ لگ جاتا ہے اس سے مثبت سوچ تعمیری فکر دور ہو جاتی ہے، کسی بھی سماج کو امن کا گہوارہ بنانے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے اس ظالم کا گلا گھونٹ دیا جائے، دیکھئے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم نے کس مہارت سے اس ناسور پر نشتر چلایا ہے

"یارسول اللہ امن العصبہ ان یحب الرجل قومہ قال لا ولکن من العصبہ ان یعین الرجل قومہ علی الظلم" (سنن ابن ماجہ، ج 2، ص 472)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کیا اپنی قوم سے محبت رکھنا بھی تعصب ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں، بلکہ ظلم میں اپنی قوم کی مدد کرنا یہ تعصب ہے۔ اور قرآن مجید نے ارشاد فرمایا

ان اللہ یامر باالعدل والاحسان وایتای ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر والبغی یعظکم لعلکم تذکرون" (النحل 16/90)

بے شک اللہ تعالی حکم فرماتا ہے انصاف، اور نیکی، اور رشتہ داروں کے دینے کا، اور منع فرماتا ہے بے حیائی اور بری بات، اور سرکشی سے، تمہیں نصیحت فرماتا ہے کہ تم دھیان دو----اس آیت کریمہ میں اللہ تعالی نے جن تین چیزوں کے کرنے کا حکم دیا ہے وہ ہے" انصاف، نیکی، اور رشتہ داروں سے حسن سلوک" اور جن تین چیزوں سے منع کیا ہے وہ ہے ''بے حیائی، بری بات اور سرکشی''، قرآن پاک کا نزول موقع و محل سے حسب ضرورت واحتیاج ہوا کرتا تھا، عرب سوسائٹی کے تاریخی پس منظر کا جائزہ لیجئے آپ اسی نتیجے پر پہونچیں گے کہ جن مذکورہ بالا چیزوں کا حکم دیا گیا ہے ان

چیزوں کی ضرورت اس معاشرے کو شدت سے تھی، اور جن چیزوں سے روکا گیا ہے وہ اس معاشرہ کے لیے ناسور بنی ہوئی تھی، اس لیے ایک پاک وصالح، سنجیدہ و برگزیدہ معاشرہ کی تشکیل میں جن عناصر کی ضرورت بنیادی سنگ وخشت کی تھی اس کا آئینہ دکھایا، اسی شاہراہ ارتقا پر چلنے کا حکم سنایا، اور جو چیزیں وجود اتحاد کو برباد اور روح خلوص کو مجروح کر رہی تھیں ان کی نشاندہی بھی فرمائی اور اس سے اجتناب کا فرمان نامہ بھی صادر کیا، قرآنی ارشاد اور نبوی ہدایت پر گامزن ہونے کا وہ تاریخی اور انقلابی خوشگوار و مشکبار نتیجہ مرتب ہوا کہ دیکھتے ہی دیکھتے اختلاف وانتشار کی شب دیجور نے رخت سفر باندھا اور اتفاق واتحاد کی صبح نور و سرور نے اپنی پوری رعنائی وزیبائی سے اپنا ڈیرہ ڈال دیا اور اپنا جلوہ محبت بکھیر دیا، پھر کیا تھا محبت ومروت، انسانیت وشرافت کی چاندنی سے پوری فضا ایسی جگمگ جگمگ کرنے لگی کہ وہ قیامت تک کے لیے مشعل راہ اور نشان منزل بن گئی، آج جہاں کہیں بھی کسی بھی خرابی کے لیے تریاق کی ضرورت محسوس ہوتی ہے تو پہلی نظر اسی طرحدار معاشرہ پر پڑتی ہے جو نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے تشکیل دیا تھا، اس روشن شاہراہ سے ہٹنے اور نئی پگڈنڈی تعمیر کرنے کا المیہ ہیکہ آج پوری مسلم برادری اتحاد کو ترس رہی ہے اختلاف میں جھلس رہی ہے، اگر اب بھی ہمارے معاشرہ میں وہی اولین تین چیزیں داخل اور آخریں تینوں چیزیں خارج ہو جائیں تو اس میں کوئی شک نہیں کہ وہی مساواتی منظر، وہی اخوتی سین اپنی پوری شوکت جمال کے ساتھ جلوہ گستر ہو جائیں گے۔ مذکورہ بالا آیت مبارکہ اپنی معنویت ومقصدیت میں ایسی ہمہ گیر ہے کہ علما کی بڑی تعداد کا یہ قول ہے کہ" اگر قرآن مجید میں صرف یہی ایک آیت نازل ہوتی تو ہدایت کے واسطے کافی تھی" (تفسیر روح المعانی) اس کی اہمیت ہی کے پیش نظر خلیفہ راشد سیدنا عمر ابن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے اس آیت مبارکہ کو خطبہ جمعہ کا مستقل جز و بنا دیا، آج تک خطیب خطبہ جمعہ میں اس ایت کی تلاوت کر کے فرمان خداوندی کو سناتا اور تین چیزیں انصاف، نیکی اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کا حکم دیتا ہے اور تین چیزیں بے حیائی، بری بات اور سرکشی سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے مگر قوم ہے کہ ٹس سے مس نہیں ہوتی بلکہ کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

حضور سرور کون ومکاں صلی اللہ علیہ وسلم جو مکارم اخلاق کی تکمیل ہی کے لیے مبعوث ہوئے تھے، جو محاسن کا مصدر بھی ملاحظہ فرما رہے تھے اور مفاسد کے منبع پر بھی جن کی نظر تھی، جہاں جہاں انہوں نے نقش اخلاق اور نقص مکارم کی بو پائی، کار نبوت کا فریضہ انجام دیا- نبی پاک کے اس ارشاد میں اس دور کی تصویر جھلکتی ہے فرماتے ہیں:

لا تحاسدو ولا تناجشوو لا تباغضوو لا تدابروو لا یبعضکم لی بعض و کونو عباداللہ اخوانا" (الحدیث) آپس میں ایک دوسرے پر حسد نہ کرو، اور نہ ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاو، نہ آپس میں بغض رکھو، نہ آپس میں کسی کی پیٹھ کے پیچھے برائی کرو، اور نہ کوئی کسی کی بیع پر بیع کرے اور خدا کے بندو! بھائی بھائی بن جاو- اس ایک جملے میں ایک ساتھ آقائے کونین محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانچ چیزوں کے بالکلیہ ترک کر دینے کا حکم دیا ہے اور بھائی بھائی بن کر رہنے کو نتیجہ کے طور پر بیان فرمایا ہے مطلب یہ ہوا کہ جب تک تم ان پانچ چیزوں سے کنارہ کش نہیں ہو جاو گے تم بھائی بھائی نہیں بن پاو گے، جب تک وہ چیزیں تمہارے دل میں رہیں گی اخوت کی نشو نما نہیں ہو پائے گی، اس لیے بھائی چارے کے راستے کی جو چیزیں سنگ راہ اور ٹھوکر بنی ہوئی ہیں پہلے ان سنگ ہائے گراں کو ہٹاو، وہ چیزیں ہٹیں گی کہ تم میں اخوت کی قوت پیدا ہو جائے گی اور تم شیر وشکر ہو جاو گے۔ آج اخوت کی ضرورت کا احساس تو دلایا جاتا ہے اور اس کے لیے بڑی بڑی گلفشانی کی جاتی ہے مگر راہ اخوت کے موالغات پر دھیان نہیں دیا جاتا، ظاہر ہے دل میں حسد رکھ کر ضمیر میں بغض پال کر، سینہ کینہ سے سجا کر نہ کل بھائی چارے کا کوئی تصور تھا نہ قیامت تک ہو سکتا ہے۔

خود اللہ تبارک وتعالی نے بھی ارشاد فرمایا: "**یا ایہا الذین آمنو لا یسخر قوم من قوم عسی ان یکونو خیرا منہم ولا نساء من نساء عسی ان یکن خیرا منہن ولا تلمزو انفسکم ولا تنابزو بالالقاب**۔ (الحجر 11/49) **ولا تجسسو ولا یغتب بعضکم بعضا**((ایضا 12/49) اے ایمان والو یہ بات مردوں کے لیے مناسب نہیں کہ کچھ لوگ دوسروں کا مذاق اڑائیں عجب نہیں کہ وہ ان سے بہتر ہوں اسی طرح عورتوں کے لیے مناسب نہیں کہ دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں عجب نہیں کہ

وہ ان سے بہتر ہوں اور آپس میں طعنہ زنی نہ کرو اور ایک دوسرے کے برے نام نہ رکھو اور ایک دوسرے کے عیوب نہ تلاش کرو اور نہ تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت کرے------ اس ارشاد رحمانی میں جن پانچ چیزوں سے صراحتا روکا گیا ہے وہ ہیں مذاق اڑانا، طعنہ زنی کرنا، برے نام رکھنا، عیب تلاش کرنا، غیبت کرنا---خود فیصلہ کیجئے جس معاشرہ میں یہ پانچ قبیح چیزیں موجود رہیں گی اس معاشرے کے اجزا آپس میں یک رنگ وہم آہنگ رہ سکتے ہیں؟ جواب یقینا نفی ہی میں ہوگا تو پھر اپنے معاشرہ میں ان بتوں کو پال کر ایک پاکیزہ ماحول اور صالح سوسائٹی کا خواب کیسے شرمندہ تعبیر ہوسکتا ہے، اور اس سے انکار کی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وہ پانچوں عیوب آج ہمارے اندر موجود ہیں، مذاق اڑانا، یہ تو جیسے کوئی چیز ہی نہیں ہے، طعنہ دینا عادت ثانیہ بن چکی ہے، برے نام رکھنا جیسے دعا دینا ہے، عیوب تلاش کرنا جیسے اس پر احسان کرنا ہے، غیبت کرنا جیسے داد خلوص دینا ہے، اپنے گفتار و کردار سے احکام شریعت کی کھلم کھلا خلاف ورزی اور اس پر خوش فہمی یہ کہ ہم ہی سچے پکے مسلمان ہیں اس بوالعجبی کا کیا علاج؟ بقول حضرت علمی

کام دوزخ کے کیے جنت کا ہے امیدوار

منہیات شرعیہ میں ملوث تمام اشخاص کے لیے یہ آیت کریمہ تازیانہ ہے "لا تلقوا بایدیکم الی التھلکہ" (البقرہ 195/2) اور اپنے ہاتھوں خود کو ہلاکت میں نہ ڈالو، مذکورہ بالا پانچوں چیزیں ایسی ہیں کہ ان سے خود کو بھی ہلاکت میں ڈالنا ہے اور جماعت کو بھی، ان سے ذاتی نقصان بھی ہے اور جماعتی خسران بھی، جماعتی خسران یہ ہے کہ وہ چیزیں جس معاشرے میں رہیں گی وہ معاشرہ پھول پھل نہیں سکتا ہے اور ذاتی نقصان یہ ہے کہ جس آدمی کے اندر وہ رہیں گی وہ آدمی تقوی کی بو بھی نہیں پاسکتا ہے، حالانکہ وہ تقوی ہی ہے جو بندوں کو اللہ کے نزدیک مکرم بناتا ہے، وہ تقوی ہی ہے جو سرمایہ سعادت ہے، زاد آخرت ہے، متاع ریاضت وعبادت ہے، اسی لیے محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو ایک طرف اس پونجی کو حاصل کرنے کا تاکیدی وتہدیدی حکم فرمایا اور دوسری طرف اس پونجی کو لٹنے سے بچانے کے لیے بڑی بڑی تدبیریں بتائیں، نسبی برتری، نسلی تفاخر، ملکی یا وطنی تعصب جو تقوی کے لیے زہر ہلاہل ہیں دیکھئے کس طرح ایک ہی جھٹکے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے غرور کو چکنا چور کر کے تقوی کو تمام فضیلت کی اصل قرار دیا ہے، ارشاد نبوی ہے:

"لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا۔ لابیض علی اسود ولا لاسود علی البیض الا بالتقوی. (زاد المعاد، ج2،ص185) یعنی عربی کو عجمی پر عجمی کو عربی پر گورے کو کالے پر کالے کو گورے پر کوئی فضیلت نہیں، فضیلت صرف تقوی کی بنیاد پر ہے،

آج رنگ ونسل کے غبار سے دامن داغدار تو ہے ہی، میں سمجھتا ہوں اس سے زیادہ ملک ووطن کا خمار انسانی ذہن وقلب پر عفریت بنکر مسلط ہے، ایک ملک والا دوسرے ملک والے کو، ایک صوبے والا دوسرے صوبے والے کو، ایک ضلع والا دوسرے ضلع والے کو، ایک گاؤں اور محلہ والا دوسرے گاؤں اور محلہ والے کو حقارت کی نظر سے دیکھ رہا ہے، عیب جوئی کر رہا ہے، مکروہ نام سے پکار رہا ہے، غیبت کی بلا میں مبتلا ہے، غرض کہ گذشتہ سطور میں پیش کردہ قرآنی آیات اور حدیثی روایات کی صریح خلاف ورزی کا بلا تکلف ارتکاب کر رہا ہے، اور حیرت یہ ہیکہ اپنی اس حرکت مکروہی پر ذرہ بھر اسے احساس ندامت بھی نہیں ہے، اور چوں کہ احتساب حرکت وعمل کا سوتا خشک ہوگیا ہے اس لیے بمبئی والا دلی والے کو حقیر سمجھ رہا ہے، دلی والا ممبئی والے کو، بنگال والا بنگلور والے کو ٹیڑھی نظر سے دیکھ رہا ہے، بنگلور والا بنگال والے کو، یوپی والا ایم پی والے کو ایک آنکھ نہیں بھاتا، ایم پی والا یوپی والے کو، ایک ضلع والا دوسرے ضلع والے کی فوقیت برداشت نہیں کر رہا ہے، ایک محلہ والا دوسرے محلہ کی تعریف سننا گوارہ نہیں کر رہا ہے

کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

ایک ہی پیر کے مرید مگر آپس میں بناؤ نہیں، ایک ہی مدرسہ کے پڑھے ہیں مگر باہمی ربط نہیں، ایک ہی استاد کے شاگرد ہیں مگر برائے نام اخلاص نہیں، کہیں مسلکی تعصب ہے، تو کہیں مشربی تعصب، کہیں ریاستی تعصب ہے، تو کہیں وطنی تعصب، کہیں علمی تعصب ہے تو کہیں عملی تعصب، ایک ہی آگ ہے جو ہر خرمن کی لیے تباہی کا پیغام بنی ہوئی ہے، یاد رکھنا چاہئے کہ کسی بھی ریاست والا ہونا، کسی بھی صوبے کا متوطن ہونا کسی بھی مدرسہ کا فارغ التحصیل ہونا یا کسی بھی استاد کا شاگرد رشید ہونا،

یا کسی بھی پیر کا مرید ہونا قابلِ فخر کب ہے جب تقویٰ ہو۔ اگر تقویٰ نہیں ہے تو بذاتہ کوئی فضیلت کی بات نہیں ہے۔ اللہ تعالی کا واضح ارشاد ہے:

"ان اکرمکم عند اللہ اتقکم" (الحجرات/49/13) بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے، جو زیادہ تقوی والا ہے معلوم ہوا کہ اسلام میں علم وعمل، ملک ووطن، عزت وکرامت کا معیار نہیں ہے، بلکہ عزت وکرامت کا معیار صرف تقوی ہے، متعصبانہ ذہنیت جو دور رسالت میں انسان کی سرشت میں پیوست ہو چکی تھی، اور جس سے فروغ اخوت وآدمیت میں بڑی دشواری پیدا ہو رہی تھی آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی زیر نظر آیت کی تفسیر میں درج بالا ارشاد حوالہ قوم کیا تھا کہ عربی کو عجمی پر، گورے کو کالے پر، یعنی کسی کو کسی پر اگر کوئی فضیلت ہے تو تقوی کی بنیاد پر ہے، اور حجۃ الوداع کا عظیم تاریخی خطبہ جو پوری نسل انسانیت کیلیے منشور حیات اور تمغہ زندگی ہے اس میں بھی آپ نے اپنی اس بات کو دہرا کر، اور مزید یہ فرما کر کہ جاہلیت کی تمام باتوں اور عادتوں کو ہم نے پامال کر دیا ہے، اپنے فرمان والا شان پر مہر لگا دی ہے، یعنی اخوت سوز، محبت کش، مروت بیزار تمام باطل نظریات، فرسودہ خیالات کو آپ نے یکسر کالعدم ہی قرار نہیں دیا بلکہ سب کا سر قلم کر دیا ہے، اب اگر کوئی اپنے قول وفعل سے انہیں متعصبانہ نظریات کی تشہیر وتائید کر رہا ہے، تو وہ در پردہ شعوری یا لاشعوری طور پر اس مردہ کو اکھاڑنے کی ناپاک جسارت کر رہا ہے جسے نبی پاک نے پامال کر کے ہمیشہ کیلیے زمین دوز کر دیا ہے، اس تناظر میں ہر آدمی کو اپنا تجزیہ خود کرنا چاہئے کہ وہ بے خودی یا خودی میں کس سے کٹ رہا ہے اور کس سے جٹ رہا ہے، کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی ومنشاء کے خلاف کچھ کہنا یا کرنا انہیں ناراض کرنے کا سبب نہیں ہے، اور ان کی ناراضی پر قرآن عظیم میں عذاب الیم کی بشارت نہیں ہے؟ ہے اور یقیناً ہے، خدا کی رضا تو صرف مصطفے کی رضا میں ہے بقول اعلیٰ حضرت ؎

خدا کی رضا چاہتے ہیں دو عالم
خدا چاہتا ہے رضائے محمد

تو پھر قرآنی ارشادات اور نبوی فرمودات کی روشنی میں ان تمام سوچ وفکر، حرکت وسکون سے فوراً بیزار اور دستبردار ہو جانے ہی میں دنیا وآخرت کی عافیت وخیریت ہے، ایسی نادان حرکت اور انجام نا آشنا عمل پر اپنے ارشاد کا کوڑا برساتے ہوئے نبی محترم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔" جو تعصب کی وجہ سے جنگ کرے، تعصب کی جانب بلائے، یا تعصب کی بناء پر غصہ کرے وہ جاہلیت کی موت مرے گا،، (سنن ابن ماجہ، ج 2، ص 471) اب کوئی لاکھ عبادت گزار وتقوی شعار ہو، اپنے وقت کا عظیم خطیب وادیب ہو، درسگاہ کا ماہر مدرس ومعلم ہو، سینکڑوں علما، کا استاذ، اور ہزاروں لوگوں کا پیرو مرشد ہو، قائم اللیل ہو، صائم الدہر ہو، صوفی باصفا ہو اگر وہ متعصب ہے تو اس کو جاہلیت کی موت مرنے سے کوئی چیز نہ بچا سکے گی، اس لیے کہ یہ آقائے کونین علیہ الصلوہ والسلام کا فرمان ہے، عوام تو عوام بعض خواص بھی اس شجر ممنوعہ کی آبیاری میں بڑے انہماک سے لگے ہیں، بلکہ سچی بات تو یہ ہے کہ یہ خواص ہی ہیں جو عوام کے ذہن وفکر میں اس طرح کے تخریبی عوامل ابھارتے ہیں، کسی دینی درسگاہ کے عالم، یا عصری دانش گاہ کے فاضل کو میں جب بھی دیکھتا ہوں کہ وہ بھی طبقاتی کشمکش کو کار خیر سمجھ کر ہوا دے رہے ہیں تو فوراً شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا یہ مصرعہ افق ذہن پر طلوع ہو جاتا ہے کہ

علمے کہ رہ بحق نہ نماید جہالت است

وہ علم جو صحیح رہنمائی نہ کرے، جہالت ہے، سوچنے کی بات ہے جب اپنا علم اس کی اپنی صحیح رہنمائی نہیں کر رہا ہے، تو اس کا علم دوسرے کی کیا صحیح رہنمائی کرے گا۔ اوخود گمراہ است کرا رہبری کند، حضرت بدر ملت علیہ الرحمہ سے مجلسی گفتگو میں ایک بار کسی نے پوچھا کہ بعض عالم جو اچھا علم وعمل رکھتے ہیں مگر معاملات میں کمزور نظر آتے ہیں، وہ پرلے درجے کے تنگ نظر، حاسد اور متعصب ہیں، آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا اس کا خاندان اچھا نہیں ہوگا۔ نسل اچھی نہیں ہوگی، عرض کیا گیا حضور وہ اونچے خاندان کے چشم وچراغ ہیں، حضرت نے فرمایا تو مدرسہ اچھا نہیں ملا ہوگا، اساتذہ اچھے نہیں رہے ہوں گے، جسکی وجہ سے تربیت اچھی نہیں ہوئی ہوگی، عرض کیا گیا حضور وہ عالمی شہرت یافتہ مدرسہ کے فارغ ہیں، تو حضرت نے فرمایا، پھر پیر اچھا نہیں ملا ہوگا جسکی وجہ سے اصلاح باطن نہیں ہوئی ہوگی، عرض کیا گیا نہیں حضور وہ مرجع عوام وخواص پیر کے مرید ہیں، تو حضرت نے فرمایا: پھر وہ ازلی کم نصیب ہے۔ تاریخ بھی کہتی ہے کہ بہت سے لوگ اپنے حالات زندگی میں ظاہری کمال وکرامت رکھنے کے باوجود، جب انھوں نے تقوی چھوڑ دیا تو اپنے درجوں سے گرادئے گئے، ابلیس، بلعم باعور اور برصیصا کی مثالیں

ہمارے لیے درس عبرت ہیں۔ اس لیے آدمی اگر تقوی شعار رہے تو تقوی کا محافظ و پاسدار ہونا بھی ضروری ہے، ورنہ اکارت اعمال کے اتنے مین گیٹ اور صدر دروازے کھلے ہیں کہ ذخیرہ عمل برباد بھی ہو جاتا ہے اور خبر تک نہیں ہوتی، اس لیے توشہ آخرت کی حفاظت کے لیے یہیں اسی دنیا میں ان حرکتوں سے دور ونفور رہنا ضروری ہے، جن سے اعمال کا ذخیرہ برباد ہو جاتا ہے اور ان اداؤں کے سانچے میں اپنے آپ کو ڈھالنے کی ضرورت ہے جو دارین کی سعادت کی ضمانت ہیں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔۔

"لو كان في بلد ولدي و الناس اتقى منه فليس مني" (سبع سنابل شریف ص 103) اگر کسی شہر میں میرا کوئی فرزند ہے، اور دوسرے لوگ اس سے زیادہ پرہیز گار ہیں، تو وہ میرا نہیں،، بغیر تقوی کے نبوی نسب منقطع ہو جا رہا ہے، تو بغیر تقوی کے وطنی نسبت کیا کام دے گی، اور دوسری طرف آقائے کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد دیکھئے، آپ سے سوال کیا گیا کہ۔۔

"من الك؛ فقال آلي كل مومن تقي (ایضا) آپ کی آل کون ہے؟ ارشاد ہوا میری آل ہر متقی مومن ہے، معلوم ہوا کہ کوئی کہیں کا بھی رہنے والا ہو، کسی بھی نسل کا ہو اگر وہ مومن متقی ہے، تو درجہ اتنا بلند ہے کہ حضور کی آل ہونے کے شرف سے مشرف ہے۔

کچھ لوگ نشہ علم میں ایسے مخمور ہیں کہ ان کے اپنے قدرعنا کے سامنے سارے قد بونے نظر آتے ہیں، کاش اپنے دامن علم کو غبار تعصب سے انہوں نے محفوظ رکھا ہوتا، اس لیے کہ علم کا نور اور تقوی کا سرور جب باہم گلو گیر ہوتے ہیں تب شخصیت مکرم ہوتی ہے، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

لو كان في العلم من دون التقى شرف
لكان اشرف خلق الله ابليس

اگر علم میں بغیر تقوی کے کوئی بزرگی ہوتی تو اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ شرف والا ابلیس ہوتا، بہر حال ایک بے مثال اور با مقصد و باکمال معاشرہ کی تشکیل و تعمیر کے لیے ضروری ہے کہ گھر گھر میں تقوی کا امنگ برپا کیا جائے، اتحاد کے قال تمام نظریوں کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا جائے، تعصب جیسے خاردار جھاڑ سے زمین قلب کو بالکل پاک وصاف رکھا جائے، مذکورہ قرآنی و نبوی ارشادات وہدایات کے مطابق زندگی گزارنے کا عزم مصمم کیا جائے تا کہ بکھرے اذہان مجتمع ہو سکیں، ٹوٹے ہوئے دل جٹ سکیں اور عالمی سطح پر اتفاق واتحاد کی وہ گونج سنائی دے جو زمانہ رسالت میں گونجی تھی اور جس کی نغمگی کو برسوں سے زمانہ کے کان ترس رہے ہیں، ہم ثابت کر دیں کہ ہم مسلمان ہیں ہم جہاں کہیں بھی رہیں ملی وحدت کے علمبردار رہیں، کلمہ توحید کی مضبوط ڈوری میں ہم بندھے رہیں، نبوت ورسالت کا فیضان ہمارا سائبان ہے اور بارگاہ رسالت سے عطا شدہ اتحاد کا جام پی کر ہم اتحاد کے ہر قاتل نظریہ سے برسر پیکار رہنے کے لیے تیار رہیں۔

تعصب وتنگ نظری، علاقائیت و برادری اور رنگ ونسل کی برتری جیسے جتنے بھی اختلافی محرکات ہیں وہ انگریزوں کے سلگائے ہوئے ہیں، آیئے مل جل کر ہم اس انگریزی نظریہ کا شیرازہ بکھیر دیں جو ہمیں مختلف خانوں میں تقسیم کرتے ہیں، ہم انگریز کے تابعدار نہیں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں، ہماری غلامی کی ٹھوکر میں بارشاہت ہے، ضرورت ہے کہ پہلے ہم اپنے مقام ومرتبہ کو پہچانیں پھر دوسروں کے بھی مقام ومرتبہ کا اعتراف کریں، تعلیٰ، تفوق، احساس برتری یہ سب تعصب کی پیداوار ہیں ان سے دوسروں کی حق تلفی ودل آزاری ہوتی ہے اس لیے ان سے یکلخت کنارہ کش ہو کر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی روشنی سے اپنے ظاہر و باطن کو منور کرنے کی کوشش کری "من تواضع لله رفعه الله" جو اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے تو اللہ تعالی اسے بلند کر دیتا ہے، سیماب اکبر الہ بادی نے ہزار بات کی ایک بات کہی ہے

چھوڑ کر اپنی تعلیٰ کر تواضع اختیار
رتبہ مینار مسجد پست ہے محراب سے

حاصل بحث یہ ہے کہ زیر نظر مضمون میں ہم نے قرآن وحدیث کی شمع فروزاں سے جگہ جگہ اجالا کر دیا ہے اس اجالے میں آپ بآسانی پہچان سکتے ہیں کہ اتحاد کا قاتل کون ہے؟ پہچانئے اتحاد کے قاتلوں کو، اور بچئے ان اوصاف اور اوصاف کے حاملین ملی جفاگروں سے جو شہد دکھا کر زہر پلا رہے ہیں اور حوصلہ شکنی کیجئے ان نادان دوستوں کی جو در پردہ نفرت کی حوصلہ افزائی کر رہے ہیں۔

OOOO

ہندوستان کا بدلتا منظر نامہ اور مسلمان

مولانا محمد طارق رضا: جامعہ الثقافہ کیرلا

15 / اگست ۱۹۴۷ء کو ہندوستان آزاد ہوا، جب سے اب تک گذشتہ ستر سالوں میں بھی ہندوستان معاشی اعتبار سے ترقی یافتہ ممالک کی فہرست میں نہ آسکا۔ سال ۲۰۱۶ء میں دولت وخوشحالی کے اعتبار سے انڈیا کی بین الاقوامی پوزیشن (International Rank) 130 / ہے، جبکہ سال ۲۰۱۵ء میں ہندوستان 125 نمبر پر تھا۔ یعنی ملکی معیشت نیچے (Down) گئی ہے۔ عہد حاضر میں ہندوستان کی مالی پوزیشن دنیا کے دیگر ممالک کے اعتبار سے سو (Hundred) کے باہر ہی ہے، جبکہ عہد مغلیہ میں ہندوستان دنیا کا امیر ترین ملک تھا۔ اسے سونے کی چڑیا (Bird of Gold) کہا جاتا تھا۔ ہندوستان خزانوں کا ملک تھا، بلکہ آج بھی جابجا مدفون خزانے ملتے ہیں۔ ہندوستانی خزانوں میں سونے، چاندی، ہیرے اور جواہرات بکثرت تھے۔ یہاں کی دولت وثروت کو دیکھ کر اہل یورپ کو لالچ پیدا ہوا۔ سلطنت مغلیہ کو کمزور ہوتا دیکھ کر پرتگال، فرانس، ہالینڈ اور برطانیہ ہندوستان پر ٹوٹ پڑے۔ برطانیہ کو زیادہ کامیابی ملی۔ انگریزوں نے یہاں کی دولت پر قبضہ جمانے کے لیے طرح طرح کے ہتھکنڈے اپنائے۔ انجام کار ہندوستان میں اپنی حکومت قائم کر کے یہاں سے سب کچھ لوٹ کر لے گئے۔ اب وہ ہندوستان کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے۔

انگریزوں کی چالبازی اور دنیا کی بدحالی

عرب دنیا میں تیل کے پوشیدہ ذخیروں پر اہل یورپ کی نظر گئی۔ اہل یورپ نے عربوں کو عرب قومیت (Arab Nationalism) کا نعرہ دے کر خلافت عثمانیہ ترکیہ سے بغاوت پر آمادہ کر دیا۔ پہلی جنگ عظیم (World War 1st) (۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء) میں عربوں کو ترکوں کے مقابل کھڑا کر دیا اور سلطنت ترکیہ کو کئی حصوں میں تقسیم کر دیا، تاکہ یہ نومولود غیر مستحکم حکومتیں اہل یورپ کے زیر اثر رہیں اور تیل کے ذخیروں پر اہل یورپ کا کنٹرول قائم ہو جائے۔ اس طرح انہوں نے عرب دنیا کو بھی اپنے کنٹرول میں کر لیا۔ چونکہ تیل کا ذخیرہ ابھی تک موجود ہے، اس لیے ابھی تک امریکہ اور اہل یورپ عرب ممالک پر اپنا شکنجہ کسے ہوئے ہیں۔ اہل یورپ نے عرب ممالک پر اپنا کنٹرول قائم رکھنے کے لیے پہلی جنگ عظیم (1st World War) کے بعد سال ۱۹۲۲ء سے یہودیوں کو فلسطین میں بسانا شروع کیا۔ پھر 14 / مئی ۱۹۴۸ء کو یہودیوں نے مغربی ممالک کے اشارہ پر ایک نئے ملک یعنی ''اسرائیل'' کے قیام کا اعلان کر دیا۔ درحقیقت ''اسرائیل'' عرب ممالک کے سر پر ایک لٹکتی ہوئی تلوار ہے، جس کے خوف سے اہل عرب زبان ہلانے کی قوت نہیں رکھتے۔ اگر کسی نے ذرا سی حرکت کی تو طرح طرح کا الزام عائد کر کے اسے تباہ وبرباد کر دیا گیا۔ عراق اور لیبیا کا انجام سبھوں کو معلوم ہے۔ شام ومصر کے حالات بھی کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ایک طویل مدت تک عربوں کو ایران سے لڑا کر کمزور دیا گیا، پھر عراق کو کویت سے ٹکرا دیا گیا۔ اسی طرح اہل یورپ، عرب ممالک کو آج تک ایک دوسرے سے لڑا رہے ہیں۔ داعش کو کس نے جنم دیا؟ القاعدہ کو کس نے ٹریننگ دی؟

برصغیر کی حالت بھی کچھ اچھی نہیں۔ گرچہ مجاہدین آزادی کی جانی ومالی قربانیوں کے سبب انگریزوں کو ہندوستان چھوڑنا پڑا، لیکن انگریز کچھ ایسے عناصر واسباب پیدا کر گئے کہ ہندوستان کب تک باہمی تنازعات میں پھنسا رہے گا، کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ملک میں آزادی کی کوششیں شروع ہوتے ہی ہندستانی اقوام میں سے قوم ہنود اور قوم مسلم

کوایک دوسرے سے برسر پیکار کر دیا۔ ہندوؤں کے دماغ میں ہندو قومیت (Hindu Nationalism) کا نظریہ پیدا کر دیا۔ بابری مسجد اور رام جنم بھومی کا معاملہ بھی غیر ملکیوں کی پیداوار ہے۔ عہد مغلیہ کی ہندوستانی تاریخوں میں صرف اتنا ذکر ملتا ہے کہ بابر بادشاہ کے حکم سے اس کے سالار میر باقی نے سال ۱۵۲۸ء میں اجودھیا میں ایک مسجد بنائی، تاکہ وہ اس آبادی کی سب سے بڑی مسجد قرار پائے، جہاں ۱۵۲۸ء سے ۱۹۴۹ء تک پنجوقتہ نمازیں اور جمعہ وعیدین کی نمازیں ہوتی رہیں۔

اگر بابر بادشاہ (۸۸۸ھ-۹۳۷ھ- ۱۴۸۳ء- ۱۵۳۰ء) "رام جنم بھومی مندر" توڑ کر مسجد بناتا تو اس کا تذکرہ اس عہد کی تاریخوں میں ضرور ملتا، کیونکہ "رام" کو ہندو قوم اپنا معبود مانتی ہے اور اس کا مقام پیدائش قوم ہنود کے لیے نفسیاتی طور پر (Psychologically) ایک بہت ہی پر کشش ہوتا۔ پھر جس طرح بابر باشاہ کے پوتے "اکبر بادشاہ" کے عہد میں ہندوؤں نے اکبر بادشاہ کے ذریعہ "گئوکشی" پر پابندی لگوادی تھی، اسی طرح بابر کی بنائی ہوئی مسجد کو بھی "مندر" یعنی اپنی اصل شکل میں بنوا لیتے۔ لیکن بادشاہ اکبر (۱۵۴۳ء-۱۶۰۵ء) کے عہد میں ایسا کچھ نہ ہوا۔ حالانکہ ہندو پجاریوں، ہندو راجاؤں اور اپنی ہندو رانیوں کے کہنے پر ہی اکبر بادشاہ نے ایک نیا مذہب "دین اکبری" کے نام سے جاری کیا تھا، جس میں بتوں اور سورج کی پوجا، قشقہ لگانا، زنار پہننا، تناسخ (آواگون) کا عقیدہ، اسی طرح ہندوانہ رسم ورواج شامل تھا۔ شیخ مبارک ناگوری (م۱۵۹۲ء) کے بیٹے ابوالفضل علامی اور ابوالفیض فیضی وغیرہ نے صرف ان امور کو قانونی شکل دی تھی یعنی ان ابن الوقت درباریوں نے، اکبر کی تائید میں قرآن وحدیث پیش کیا۔ ان تمام امور کا تفصیلی تذکرہ ملا عبدالقادر بدایونی نے اپنی کتاب "منتخب التواریخ" میں کیا ہے۔ ملا عبدالقادر بدایونی دربار اکبری سے وابستہ تھے۔ جب گئوکشی پر پابندی لگوادی گئی، ایک نیا مخلوط سرکاری مذہب بنوادیا گیا تو "رام جنم بھومی" کا معاملہ کیوں نہ اٹھایا گیا؟

ہندوستان میں تبلیغ اسلام

ہندوستان میں مسلم بادشاہوں نے اسلام کی تبلیغ واشاعت نہ کی، بلکہ بیرون ممالک سے صوفیائے کرام کی آمد مسلسل جاری رہی، ان کی تبلیغی کوششوں سے ملک ہند میں اسلام پھیلتا گیا۔ جہاں کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا، وہاں خود ان لوگوں نے اپنی پرانی عبادت گاہوں کو توڑ کر مسجد بنالیا۔ انگریزوں نے اپنی حکومت کو مضبوط کرنے کے لیے ہندوستان کی دونوں بڑی قوموں یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کا بیج بو دیا، بلکہ ہر جگہ انگریزوں نے لڑاؤ اور حکومت کرو (Divide and rule) کا فلسفہ اپنایا تھا۔ جاتے وقت انگریزوں نے ملک ہند کو دو حصوں میں تقسیم کر کے ہندوستان اور پاکستان دو ملک بنا دیا، تاکہ یہ دونوں آپس میں لڑتے رہیں۔

ہندوستان میں معاشی بدحالی

15 / اگست ۱۹۴۷ء کو ملک کی آزادی کے بعد اہل وطن کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ حکومتیں آتی اور جاتی رہیں، لیکن ملکی معیشت، قابل اطمینان حد میں داخل نہ ہو سکی۔ آج بھی ملک کا ایک بڑا طبقہ بے روزگاری کی مصیبت جھیل رہا ہے۔ عالمی رپورٹ کے مطابق انڈیا وہ ملک ہے، جہاں غریبوں کی تعداد دنیا کے تمام ممالک میں سب سے زیادہ ہے۔ آج ہندوستان کی جس ریاست میں جائیں، بھکاریوں کی کثیر تعداد نظر آئے گی۔ خواہ مسجد ہو یا مندر، بس اسٹاپ ہو یا ریلوے اسٹیشن، رہائشی علاقہ ہو یا بازار، گلیاں ہوں یا سڑک۔ ہر جگہ مسکینوں اور محتاجوں کا وجود ہندوستان کی بدحالی کی داستان سناتا نظر آئے گا۔ مرکزی وریاستی حکومتیں ملک میں امن وامان کی بحالی میں مکمل طور پر کامیاب نہ ہو سکیں۔ آئے دن فرقہ وارانہ فسادات (Communal Riots) ہوتے رہتے ہیں۔ حکومتوں کے فرائض میں مسجد یا مندر کی تعمیر نہیں۔ الیکشن کے وقت خوشنما وعدوں اور طفل تسلیوں کا بازار گرم ہوتا ہے۔ فتحیابی کے بعد وعدوں کی ٹوکری، سرد خانہ (Cold House) میں رکھ دی جاتی ہے۔

انڈیا کے پرائم منسٹرس اور حکمراں پارٹیاں

(۱) جواہر لال نہرو (۱۸۸۹ء-۱۹۶۴ء) مدت: ۱۵/ اگست ۱۹۴۷ء تا ۲۷/ مئی ۱۹۶۴ء (سولہ سال، ۲۸۶/ دوسو چھیاسی دن-کانگریس پارٹی) (۲) گلزاری لال نندا (۱۸۹۸ء-۱۹۹۸ء) مدت: ۲۷/ مئی ۱۹۶۴ء تا ۹/ جون ۱۹۶۴ء (۱۳/ دن-کانگریس پارٹی) (۳) لال بہادر شاستری (۱۹۰۴ء-۱۹۶۶ء) مدت: ۹/ جون ۱۹۶۴ء تا ۱۱/ جنوری ۱۹۶۶ء (ایک سال، ۲۱۶/ دوسوسولہ دن-کانگریس پارٹی) (۴) گلزاری لال نندا (۱۸۹۸ء-۱۹۹۸ء) مدت: ۱۱/ جنوری ۱۹۶۶ء تا ۲۴/ جنوری ۱۹۶۶ء (۱۳/ دن-کانگریس پارٹی) (۵) اندرا گاندھی (۱۹۱۷ء-۱۹۸۴ء) مدت: ۲۴/ جنوری ۱۹۶۶ء تا ۲۴/ مارچ ۱۹۷۷ء (گیارہ سال، ۵۹/ انسٹھ دن-کانگریس پارٹی) (۶) مرارجی ڈیسائی (۱۸۹۶ء-۱۹۹۵ء) مدت: ۲۴/ مارچ ۱۹۷۷ء تا ۲۸/ جولائی ۱۹۷۹ء (دوسال، ۱۲۶/ ایک سوچھبیس دن-جنتا پارٹی) (۷) چرن سنگھ (۱۹۰۲ء-۱۹۸۷ء) مدت: ۲۸/ جولائی ۱۹۷۹ء تا ۱۴/ جنوری ۱۹۸۰ء (۱۷۰/ ایک سوستر دن-جنتا پارٹی سیکولر وکانگریس پارٹی) (۸) اندرا گاندھی (۱۹۱۷ء-۱۹۸۴ء) مدت: ۱۴/ جنوری ۱۹۸۰ء تا ۳۱/ اکتوبر ۱۹۸۴ء (چارسال، ۲۹۱/ دوسواکانوے دن-کانگریس پارٹی) (۹) راجیو گاندھی (۱۹۴۴ء-۱۹۹۱ء) مدت: ۳۱/ اکتوبر ۱۹۸۴ء تا ۲/ دسمبر ۱۹۸۹ء (پانچ سال، ۳۲/ بتیس دن-کانگریس پارٹی) (۱۰) وی پی سنگھ (۱۹۳۱ء-۲۰۰۸ء) مدت: ۲/ دسمبر ۱۹۸۹ء تا ۱۰/ نومبر ۱۹۹۰ء (۳۴۳/ تین سوتینتالیس دن-جنتا دل نیشنل فرنٹ) (۱۱) چندر شیکھر (۱۹۲۷ء-۲۰۰۷ء) مدت: ۱۰/ نومبر ۱۹۹۰ء تا ۲۱/ جون ۱۹۹۱ء (۲۲۳/ دوسوتیئیس دن-سماجوادی جنتا پارٹی وکانگریس پارٹی) (۱۲) پی وی نرسمہا راؤ (۱۹۲۱ء-۲۰۰۴ء) مدت: ۲۱/ جون ۱۹۹۱ء تا ۱۶/ مئی ۱۹۹۶ء (چار سال، ۳۳۰/ تین سوتیس دن-کانگریس پارٹی) (۱۳) اٹل بہاری واجپائی (۱۹۲۴ء-تادم تحریر) مدت: ۱۶/ مئی ۱۹۹۶ء تا ۱/ جون ۱۹۹۶ء (سولہ دن-بی جے پی) (۱۴) ایچ ڈی دیوے گوڑا (۱۹۳۳ء-تادم تحریر) مدت: ۱/ جون ۱۹۹۶ء تا ۲۱/ اپریل ۱۹۹۷ء (۳۲۴/ تین سوچوبیس دن-جنتا دل یونائیٹیڈ فرنٹ) (۱۵) اندر کمار گجرال (۱۹۱۹ء-۲۰۱۲ء) مدت: ۲۱/ اپریل ۱۹۹۷ء تا ۱۹/ مارچ ۱۹۹۸ء (۳۳۲/ تین سوبتیس دن-جنتا دل یونائیٹیڈ فرنٹ) (۱۶، ۱۷) اٹل بہاری واجپائی (۱۹۲۴ء-تادم تحریر) مدت: ۱۹/ مارچ ۱۹۹۸ء تا ۲۲/ مئی ۲۰۰۴ء (چھ سال، ۶۴/ چونسٹھ دن-بی جے پی NDA) (۱۸، ۱۹) من موہن سنگھ (۱۹۳۲ء-تادم تحریر) مدت: ۲۲/ مئی ۲۰۰۴ء تا ۲۶/ مئی ۲۰۱۴ء (دس سال، ۴/ چاردن-کانگریس پارٹی UPA) (۲۰) نریندر مودی (۱۹۵۰ء-تادم تحریر) مدت: ۲۶/ مئی ۲۰۱۴ء تادم تحریر (دوسال، قریباً آٹھ ماہ-بی جے پی NDA)

لوک سبھا الیکشن میں بی جے پی کی کامیابیاں

ساتواں لوک سبھا الیکشن جنوری ۱۹۸۰ء: کل سیٹ: 529۔ کانگریس کو 353/ سیٹ ملی ۔اندرا گاندھی (۱۹۱۷ء-۱۹۸۴ء) کو وزیر اعظم بنایا گیا۔ اس الیکشن میں ''بھارتیہ جن سنگھ پارٹی'' (BJS) کو ایک سیٹ بھی نہ مل سکی۔ تب 6/ اپریل ۱۹۸۰ء کو بھارتی جن سنگھ پارٹی نے ''بھارتیہ جنتا پارٹی'' (BJP) کے نام سے پارٹی کی تجدید کاری کی۔ بی جے پی دراصل ''بھارتیہ جن سنگھ پارٹی'' کا نیا نام ہے۔ اٹل بہاری واجپائی کو اس پارٹی کا پہلا صدر بنایا گیا۔ اس طرح ۱۹۸۰ء میں بی جے پی کا قیام ہوا۔

آٹھواں لوک سبھا الیکشن دسمبر ۱۹۸۴ء: کل سیٹ: 514۔ بی جے پی کو صرف 2/ سیٹ ملی، جبکہ کانگریس کو 404/ سیٹوں پر کامیابی ملی ۔راجیو گاندھی (۱۹۴۴ء-۱۹۹۱ء) کو وزیر اعظم بنایا گیا۔ بی جے پی نے سال ۱۹۸۶ء میں اڈوانی کو پارٹی صدر بنا دیا۔ اڈوانی نے ''رام جنم بھومی تحریک'' کے نام پر ہندؤں کو اکٹھا کرنا شروع کیا اور ایودھیا میں بابری مسجد کی جگہ رام مندر بنانے کا موضوع اٹھایا۔ ہندوتوا (Hindu Nationalism) کی آواز بھی زوروشور سے بلند کیا۔ آر ایس ایس (RSS)، وی ایچ پی (VHP) بجرنگ دل وغیرہ فرقہ پرست قوتیں بی جے پی کے فروغ میں لگی رہیں۔ بی جے پی کے لیڈروں نے مذہبی منافرت پھیلا کر ہندؤں کو متحد کرلیا۔

نواں لوک سبھا الیکشن نومبر ۱۹۸۹ء: کل سیٹ: 529۔ کانگریس کو 197 / سیٹ پر کامیابی ہوئی۔ جنتادل کو 143 / سیٹ ملی۔ بی جے پی کو پہلی مرتبہ 85 / سیٹ ملی۔ کسی پارٹی کو اتنی سیٹ نہ مل سکی کہ وہ اپنی حکومت بنا سکے۔ کانگریس نے حکومت سازی سے انکار کر دیا، تب جنتادل نے چند پارٹیوں کو ملا کر نیشنل فرنٹ (National Front) بنایا اور بی جے پی اور بائیں بازو کی پارٹیوں کے بیرونی سپورٹ (Outsige Support) سے جنتادل نے حکومت سازی کی۔ وی پی سنگھ (۱۹۳۱ء - ۲۰۰۸ء) کو وزیر اعظم بنایا گیا۔ 25 / ستمبر ۱۹۹۰ء کو اڈوانی نے بابری مسجد کی جگہ رام مندر بنانے کے لیے سومناتھ مندر (گجرات) سے ایودھیا تک کا ''رام رتھ یاترا'' نکالا، جس سے ملک بھر میں ہندو، مسلم فسادات (Riots) پھوٹ پڑے۔ اڈوانی کو ہندوستان کے اکثر علاقوں (دس ہزار کیلومیٹر) کا چکر لگاتے ہوئے 30 / اکتوبر ۱۹۹۰ء کو اجودھیا پہونچنا تھا، لیکن 23 / اکتوبر ۱۹۹۰ء کو سمستی پور (بہار) میں وزیر اعظم وی پی سنگھ کے حکم پر لالو پرساد یادو چیف منسٹر آف بہار نے اڈوانی کو گرفتار کر لیا اور وہ ایودھیا نہ جا سکا۔ بی جے پی نے جنتادل سے اپنا سپورٹ واپس لے لیا، تب جنتادل کے چندر شیکھر نے کانگریس کے بیرونی سپورٹ سے حکومت سازی کی۔

دسواں لوک سبھا الیکشن مئی و جون ۱۹۹۱ء: کل سیٹ: 524۔ کانگریس کو 232 / سیٹ ملی اور بی جے پی کو 120 / سیٹ ملی، جنتادل کو 59 / سیٹ پر کامیابی ملی۔ کانگریس نے اقلیتی حکومت (Minority Government) بنائی۔ پی وی نرسمہا راؤ (۱۹۲۱ء - ۲۰۰۴ء) کو وزیر اعظم بنایا گیا۔ اسی کے عہد میں بابری مسجد شہید کی گئی۔

گیارہواں لوک سبھا الیکشن اپریل و مئی ۱۹۹۶ء: کل سیٹ: 543۔ کانگریس کو 140 / سیٹ ملی۔ جنتادل کو 46 / سیٹ ملی اور بی جے پی نے 161 / سیٹ حاصل کیا۔ دیگر پارٹیوں کو 129 / سیٹ حاصل ہوئی۔ صدر جمہوریہ نے بی جے پی کو حکومت سازی کی دعوت دی۔ بی جے پی نے اٹل بہاری واجپائی کو وزیر اعظم بنایا، لیکن اکثریت ثابت نہ کرنے کے سبب اٹل بہاری نے 16 / دنوں میں استعفی دیدیا۔ کانگریس پارٹی نے حکومت سازی سے انکار کر دیا اور جنتادل کو بیرونی سپورٹ (Outsige Support) دینے کا فیصلہ کیا۔ جنتادل نے دیگر پارٹیوں کے ساتھ مل کر یونائیٹیڈ فرنٹ (United Front) بنایا اور حکومت تشکیل دی۔ ایچ ڈی دیوے گوڑا (۱۹۳۳ء - تادم تحریر) کو وزیر اعظم بنایا گیا، پھر اندر کمار گجرال (۱۹۱۹ء - ۲۰۱۲ء) کو وزیر اعظم مقرر کیا گیا۔ جب جین کمیشن (Jain Commission) نے رپورٹ میں کہا کہ ڈی ایم کے (DMK) کے بعض ممبر راجیو گاندھی کی ہلاکت میں ملوث تھے تو کانگریس نے یونائیٹیڈ فرنٹ سے اپنا بیرونی سپورٹ (External Support) سال ۱۹۹۸ء میں واپس لے لیا، کیونکہ ڈی ایم کے (DMK) یونائیٹیڈ فرنٹ میں شامل تھی۔ سپورٹ واپسی سے گجرال حکومت گر گئی۔

بارہواں لوک سبھا الیکشن فروری ۱۹۹۸ء: کل سیٹ: 543۔ بی جے پی کو 182 / سیٹ حاصل ہوئی اور کانگریس کو 141 / سیٹ ملی۔ بی جے پی نے چند پارٹیوں کو ملا کر حکومت بنائی۔ ۱۹ / مارچ ۱۹۹۸ء کو اٹل بہاری واجپائی (۱۹۲۴ء - تادم تحریر) کو وزیر اعظم بنایا گیا۔ بی جے پی نے مئی ۱۹۹۸ء میں اپنی حامی پارٹیوں کے ساتھ ایک اتحاد بنایا، جسے این ڈی اے (National Democratic Alliance) کا نام دیا گیا۔ مئی ۱۹۹۹ء میں این ڈی اے میں شامل پارٹی AIADMK کی لیڈر جے للیتا نے اپنا سپورٹ واپس لے لیا، جس کے سبب یہ حکومت گر گئی۔

تیرہواں لوک سبھا الیکشن ستمبر و اکتوبر ۱۹۹۹ء: کل سیٹ: 543۔ بی جے پی کو 182 / سیٹ ملی اور این ڈی اے (NDA) کو کل 303 / سیٹوں پر کامیابی ملی۔ کانگریس کو 114 / سیٹ ملی۔ این ڈی اے نے حکومت سازی کی، اٹل بہاری کو حسب سابق بحیثیت وزیر اعظم بحال رکھا گیا۔ ایل کے اڈوانی کو نائب وزیر اعظم اور وزیر داخلہ (Deputy Prime) (Minister and Home Minister) بنایا گیا۔ اس حکومت نے اپنی پانچ سالہ مدت مکمل کی۔

چودہواں لوک سبھا الیکشن اپریل و مئی ۲۰۰۴ء: کل سیٹ: 543۔ بی جے پی کو 138 / سیٹ ملی۔ کانگریس

کو145 /سیٹ حاصل ہوئی۔کانگریس نے چند پارٹیوں کے ساتھ مل کر یونائیٹیڈ پروگریسیو الائنس (United Progressive Alliance) بنایا۔بائیں بازو کی پارٹیوں نے بیرونی سپورٹ دیا اور کانگریس کی حکومت ہوئی۔کانگریس پارٹی نے 22/مئی ۲۰۰۴ء کو منموہن سنگھ (۱۹۳۲ء۔تادم تحریر) کو وزیر اعظم بنایا۔

پندرہواں لوک سبھا الیکشن اپریل ومئی ۲۰۰۹ء :کل سیٹ:543۔ بی جے پی کو116 / سیٹ ملی اور کانگریس کو 206 /سیٹوں پر کامیابی ملی۔کانگریس (UPA) نے حکومت سازی کی۔من موہن سنگھ کو حسب سابق وزیر اعظم برقرار رکھا گیا۔

سولہواں لوک سبھا الیکشن اپریل ومئی ۲۰۱۴ء :کل سیٹ: کل سیٹ:543۔بی جے پی کو282 / سیٹ ملی۔این ڈی اے (NDA) کو کل 337 /سیٹ ملی۔ کانگریس کو صرف44 /سیٹ حاصل ہوئی۔بی جے پی کی حکومت بنی اور نریندر مودی (۱۹۵۰ء۔تادم تحریر) کو وزیر اعظم بنایا گیا۔

اسمبلی الیکشن میں بی جے پی کی کامیابیاں

ریاست اتر پردیش: یوپی اسمبلی الیکشن سال ۱۹۹۱ء میں کل اسمبلی سیٹ419 /تھی۔ بی جے پی کو221 / سیٹ پر کامیابی ملی،جبکہ جنتادل (ملائم سنگھ یادو) کو صرف 92 / سیٹ ملی۔بی جے پی کی حکومت بنی اور کلیان سنگھ کو وزیر اعلیٰ بنایا گیا۔کلیان سنگھ کے عہد میں 6 / دسمبر ۱۹۹۲ء کو بابری مسجد کی شہادت واقع ہوئی ۔اس وقت مرکز میں کانگریس کی حکومت تھی اور پی وی نرسمہاراؤ وزیر اعظم تھا۔تاریخ ہند میں ریاستی اور مرکزی دونوں حکومتوں کو غفلت شعاری کا مجرم تسلیم کیا گیا۔

دھلی: دہلی اسمبلی الیکشن سال ۱۹۹۳ء میں اسمبلی کی کل 70 /سیٹوں میں سے بی جے پی کو 49 / سیٹ ملی اور کانگریس کو14 /سیٹ ملی۔بی جے پی نے حکومت بنائی۔

ریاست گجرات: گجرات اسمبلی الیکشن سال ۱۹۹۰ء میں اسمبلی کی182 / سیٹوں میں سے بی جے پی کو 67 /سیٹ ملی تھی،جنتادل کو70 / اور کانگریس کو 33 /سیٹ ملی۔جنتادل نے بی جے پی کے ساتھ مل کر حکومت سازی کی۔جب رام رتھ یاترا کے سبب بہار میں اڈوانی کی گرفتاری ہوئی تو بی جے پی نے جنتادل سے سپورٹ واپس لے لیا،پھر جنتادل نے کانگریس کے ساتھ مل کر حکومت سازی کی۔گجرات اسمبلی الیکشن ۱۹۹۵ء میں بی جے پی کو121 /سیٹ ملی اور کانگریس کو45 /سیٹ ملی،پھر گجرات اسمبلی الیکشن سال ۱۹۹۸ء میں بی جے پی کو117 / اور کانگریس کو53 /سیٹ ملی۔بی جے پی نے گجرات اسمبلی الیکشن ۲۰۰۲ء میں 127 /سیٹ ،سال ۲۰۰۷ء میں 117 /سیٹ،سال ۲۰۱۲ء میں115 /سیٹ حاصل کیا۔نریندر مودی 3 / اکتوبر ۲۰۰۱ء سے 22 /مئی ۲۰۱۴ء تک گجرات کا چیف منسٹر رہا۔نریندر مودی کے عہد میں گجرات ہندو،مسلم فساد فروری ومارچ ۲۰۰۲ء پیش آیا۔۱۹۹۵ء سے آج تک گجرات میں مسلسل بی جے پی کامیاب ہوتی رہی،کیونکہ گجرات فساد ۲۰۰۲ء کے بعد گجرات کی قوم ہنود کا ذہن بی جے پی کی طرف مائل ہو چکا تھا۔جس سیکولر (Secular) ہندو کا کوئی قریبی فساد میں ہلاک ہو جاتا ہے،وہ سیکولر بھی فطری طور پر فرقہ پرست بن جاتا ہے۔فرقہ پرستوں کو فسادات سے سیاسی فائدہ ہوتا ہے۔یہ ایک چال ہے،جس پر غور وفکر کرنا چاہئے۔

ریاست مہاراشٹر: مہاراشٹر اسمبلی الیکشن ۱۹۹۵ء میں اسمبلی کی288 / سیٹوں میں سے بی جے پی کو 65 / شیوسینا کو73 / اور کانگریس کو80 / ملی۔

سیکولر پارٹیوں کی ناکامی = اسباب وعلل کی تلاش

بی جے پی کی مذکورہ بالا کامیابیوں کو دیکھ کر یہی نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ ملک ہند میں مذہبی عصبیت کا بخار انسانی دماغوں پر چڑھ چکا ہے۔اسی وجہ سے سیکولر (Secular) پارٹیوں کا دائرہ تنگ ہوتا جارہا ہے۔حالانکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ آج بھی قوم ہنود کی اکثریت صالح فکر ہے۔فرقہ پرست تنظیموں کے دائرۂ اثر میں آکر گرچہ بعضوں کے نظریات بدل گئے ہیں۔لیکن کیا ہم نے ملک ہند میں صالح افکار وخیالات اور حقیقی تاریخی روایات کو ہر خاص وعام تک پہونچانے کی کوشش کی؟اس طوفان بلاخیز میں دین کے ساتھ اہل دین کو بچانے کی فکر بھی کرنی ہوگی۔آر ایس ایس کے دفاتر ملک میں جابجا کھل چکے ہیں۔اب مسلمانان ہند کو سیاسی امور میں دلچسپی لینی ہوگی۔

ووٹوں کی تقسیم اور سیکولر پارٹیوں کا انجام

اسمبلی الیکشن بہار اکتوبر ونومبر ۲۰۱۵ء پر غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سیکولر ووٹ تقسیم ہوجانے کے سبب بی جے پی کو کامیابی ملتی ہے۔ ایسی صورت میں ضروری ہوجاتا ہے کہ تمام سیکولر سیاسی پارٹیاں اسی قسم کا اتحاد کریں، جس طرح بہار اسمبلی الیکشن اکتوبر ونومبر ۲۰۱۵ء میں ریاست بہار میں تین بڑی پارٹیوں نے "مہا گٹھ بندھن" (Grand Alliance) تشکیل دیا تھا۔ یہ مہا گٹھ بندھن (عظیم اتحاد) راشٹریہ جنتا دل (RJD) جنتا دل یونائیٹیڈ (JDU) اور کانگریس پارٹی (INC) کا اتحاد تھا۔ اسمبلی الیکشن میں مہا گٹھ بندھن کو اکثریت حاصل ہوئی۔ اسمبلی کی 243/ سیٹوں میں سے آر جے ڈی کو 80/ سیٹ، جے ڈی یو کو 71/ سیٹ، کانگریس کو 27/ سیٹ ملی۔ اس طرح مہا گٹھ بندھن کو کل 178/ سیٹ حاصل ہوئی، جبکہ بی جے پی کو 53/ سیٹ ملی۔ ہندوستانی عوام مورچہ (HAM) کو ایک سیٹ، لوک جن شکتی پارٹی (LJP) کو 2/ سیٹ، راشٹریہ لوک سمتا پارٹی کو 2/ سیٹ، دوسری پارٹیوں کو 7/ سیٹ ملی۔ بہار اسمبلی کے انتخابی نتائج کو دیکھ کر یہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ آج بھی ملک ہند میں امن پسندوں کی اکثریت ہے۔ اگر سیکولر پارٹیاں متحد ہوکر فرقہ پرستوں کا مقابلہ کریں تو ان کی کامیابی کی مکمل امید ہے۔ ووٹوں کی تقسیم کے سبب فرقہ پرست قوتوں کو ابھرنے کا موقع ملتا ہے، جبکہ فرقہ پرست طاقتیں وطن اور اہل وطن دونوں کے لیے یکساں مضر ہیں۔

سیکولر ووٹوں کی تقسیم سے فرقہ پرستوں کی فتحیابی

لوک سبھا الیکشن سال ۲۰۱۴ء میں بہار کی یو پی اے (UPA) پارٹیوں نے الگ الگ انتخاب لڑا تھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ سیکولر ووٹ تقسیم ہوگیا اور سال ۲۰۱۴ء کے لوک سبھا الیکشن میں این ڈی اے کو بہار کی 40/ لوک سبھا سیٹوں میں سے 31/ سیٹوں پر کامیابی ملی۔ بی جے پی کو 22/ سیٹ، لوک جن شکتی پارٹی کو 6/ سیٹ اور راشٹریہ لوک سمتا پارٹی کو 3/ سیٹ ملی۔ اس طرح این ڈی اے (NDA) کو 31/ سیٹ حاصل ہوئی۔ کانگریس کو 2/ سیٹ، جے ڈی یو کو 2/ سیٹ، آر جے ڈی کو 4/ سیٹ پر کامیابی ملی۔ یعنی یو پی اے (UPA) کو صرف آٹھ سیٹ مل سکی۔ ایک سیٹ نیشنل کانگریس پارٹی (NCP) کو ملی۔ ایک سال بعد ہی سال ۲۰۱۵ء میں بہار اسمبلی الیکشن کے نتائج نے ثابت کردیا کہ سیکولر ووٹوں کی تقسیم کے سبب این ڈی اے (NDA) کو لوک سبھا الیکشن میں کامیابی ملی تھی۔ یہی حال دیگر ریاستوں میں بھی ہوا۔

دہلی اسمبلی الیکشن: سال ۲۰۱۵ء

7/ فروری ۱۹۱۵ء کو دہلی اسمبلی کا الیکشن ہوا۔ عام آدمی پارٹی (AAP)، کانگریس اور بی جے پی میں مقابلہ آرائی تھی۔ اسمبلی کی 70/ سیٹوں میں سے عام آدمی پارٹی کو 67/ سیٹوں پر کامیابی ملی۔ بی جے پی کو صرف 3/ سیٹ ملی۔ کانگریس کو ایک سیٹ بھی نہ مل سکی۔ گرچہ اس الیکشن میں عاپ (AAP) کو کامیابی ملی، لیکن یہ خطرناک طریقہ ہے، جس میں سیکولر ووٹوں کی تقسیم کی وجہ سے شکست کا خطرہ ہے۔ بہتر وہی طریقہ کار ہے جو اہل بہار نے اپنایا تھا۔ اہل ہند، بہار کا نسخہ اپنائیں تا کہ ملک میں جمہوریت کی بہار آ جائے۔ ہند کی دونوں بڑی قوموں یعنی ہندو، مسلم کے مابین یکجہتی اور ملک میں امن وشانتی کا فروغ ہو، اور فساد پسند عناصر شکست کھا کر الٹے قدم پیچھے بھاگیں۔ بی جے پی (BJP) اور آر ایس ایس (RSS) اور ان کے اتحادی گروپ، ملک کو ہندو راشٹر بنانے کے لیے دستور ہند (Constitution of India) میں تبدیلیاں لانے اندرون خانہ سازشیں کررہے ہیں۔ اگر ریاستی اسمبلیوں میں بی جے پی کو فتحیابی ملتی ہے تو راجیہ سبھا میں بی جے پی کے ممبروں کی تعداد بڑھ جائے گی اور دستور وقوانین میں تبدیلی کی راہ آسان ہوجائے گی۔ اس لیے اسمبلی کے انتخابات میں بھی ہوشمندی کے ساتھ فیصلہ کریں۔ ہمیں نہ بی جے پی سے دشمنی ہے، نہ ہی دیگر سیاسی پارٹیوں سے دوستی، لیکن فرقہ پرست قوتیں اسلام اور قوم مسلم کے خلاف مسلسل زہر افشانی کرتی رہتی ہیں، بلکہ بی جے پی کی حکومت دیکھ کر فرقہ پرستوں کی جانب سے مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو پر بھی حملے ہونے لگتے ہیں، اس کا ضرور ہمیں دکھ اور افسوس ہے۔ واللہ الہادی وہو المستعان

□□□

(ادارہ)

فقیہ ملت صدر مفتی ادارہ شرعیہ حضرت

مفتی محمد حسن رضا نوری

سے ایک ملاقات

مفتی محمد حسن رضا نوری ایک معتبر علمی نام ہے۔آپ با عمل عالم و مفتی، سلسلہ رضویہ کے مرشد اور کئی کتابوں کے مصنف اور مسلک حق مسلک اعلیٰ حضرت کے داعی و نقیب ہیں۔ماہر مدرس، جزئیات فقہیہ پر دسترس رکھنے والے مفتی اور سینکڑوں علما کو اپنی صحبت میں رکھ کر کار افتا کی مشق کرانے والے مشفق و مہربان استاذ کی حیثیت سے اپنی مثال آپ ہیں۔سادہ دل، سادہ مزاج اور مسلک و ملت کے لئے ایثار پسندی کا جذبہ آپ کی شناخت ہے۔مرکزی ادارہ شرعیہ سے صدر مفتی کی حیثیت سے آپ برسہابرس سے جڑے ہوئے ہیں۔آپ کے فتاویٰ کئی جلدیں ادارہ شرعیہ میں محفوظ ہیں۔علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ نے آپ پر بھر پور اعتماد کرتے ہوئے ادارہ شرعیہ سے آپ کو جوڑا اور اس کے خاطر خواہ نتائج سامنے آئے۔ اس شمارہ میں قارئین انہیں کی شخصیت کے خدوخال و حال و حوال سے روشناس ہو رہے ہیں۔ادارہ الرضا ان کا ممنون ہے کہ انہوں نے اپنی مصروفیات کے باوجود اس انٹرویو کے لئے وقت نکالا۔اللہ تعالیٰ انہیں سلامت با کرامت رکھے اور ان کا فیضان عام و تام فرمائے۔ادارہ

سوال: آپ کی شخصیت تو مشہور بھی ہے مقبول بھی، مگر زندگی کے ابتدائی احوال سے واقفیت عام نہیں ہے اس سلسلہ میں پہلی گزارش تو یہی ہے کہ اپنے خاندانی حالات کے متعلق کچھ بتائیں

جواب: میری ولادت 26 جون 1965ء میں سرزمین باڑا ضلع سیتامڑھی میں ہوئی۔میرے والد گرامی حضرت مولانا عبد القدوس رضوی (1933ء 2014ء) علمی شخصیت کے مالک تھے اور جامعہ منظر اسلام بریلی شریف کے فارغ التحصیل تھے، حضور مفتی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ان کو بیعت و ارادت کا شرف حاصل تھا پیر و مرشد کے ساتھ سفر و حضر میں رہنے کے کئی مواقع حاصل ہوئے، یہی وجہ ہے کہ تصلب فی الدین اور مسلک اعلیٰ حضرت پر تا حیات قائم رہے اور پوری زندگی مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت کرتے رہے۔یہاں تک کے میرے گاؤں میں اس وقت کنہواں کے مولوی طیب کی آمد و رفت تھی گاؤں کے کچھ لوگ اس کے زیر اثر آ گئے تھے۔مگر والد گرامی نے شریعت مطہرہ پر عمل کرتے ہوئے تبلیغ سنیت کی مہم چلائی اور بالآخر اس کا سحر توڑ دیا اور گاؤں میں کلی طور پر حقانیت کا پرچم لہرانے لگا۔1973ء میں سرکار مفتی اعظم رضی اللہ عنہ دار العلوم غوثیہ مرغیا چک میں تشریف لائے اس وقت والد گرامی نے مجھے اور میرے چھوٹے بھائی حسین رضا کو حضرت کے دامن سے وابستہ کروایا۔مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت اپنے دست اقدس کو میرے سر پر رکھا اور اپنی دعاؤں سے نوازا۔میرے بھائی حسین رضا پر حضرت کی نظر کرم نہیں ہوئی۔مرید ہونے کے ایک ماہ بعد میرا چھوٹا بھائی حسین رضا اللہ کو پیارا ہو گیا۔ والد گرامی فرمایا کرتے تھے کہ مرشد کامل کی نظر دیکھ رہی تھی کہ حسین رضا دنیا میں رہے گا نہیں اس لئے اس کے لئے کچھ دعا نہیں کی۔

سوال: آپ نے کن مدارس سے اکتساب کیا اور کن مراحل سے گزر کر مفتی کی حیثیت سے متعارف ہوئے،

جواب: میری ابتدائی تعلیم مدرسہ رضویہ شمس العلوم باڑا میں ہوئی، جماعت ثانیہ تک میں نے اپنے گاؤں میں ہی تعلیم حاصل کی۔ایک ماہ کے لئے جامعہ قادریہ مقصود پور میں زیر تعلیم رہا۔شیر بہار مناظر اہل سنت حضرت مفتی محمد اسلم صاحب قبلہ نے اپنے خاص کرم سے نوازا، جب میں فقہ کی ابتدائی کتاب نور الایضاح حضرت سے پڑھ رہا تھا اسی وقت حضرت نے فرمایا تھا کہ تم ایک اچھے عالم کے لڑکا ہو، اس لئے تم مفتی بنو اور وہ فرمان میرے ذہن میں بیٹھ گیا۔ کچھ دن کے لئے الجامعۃ الاشرفیہ میں بھی زیر تعلیم رہا۔کچھ ہنگامی حالات ہونے کی بنا پر اشرفیہ چھوڑنا پڑا۔اس کے بعد دار العلوم علمیہ جمدا شاہی گیا، پھر ام المدارس جامعہ رضویہ منظر اسلام اور مظہر اسلام سے اکتساب کیا۔خلیفہ مفتی اعظم ہند حضرت مفتی عبید الرحمن صاحب قبلہ کے زیر سایہ رہ کر فتویٰ نویسی کے آداب سیکھے۔مفتی عبید الرحمن صاحب، حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کے دار الافتاء میں بحیثیت مفتی

مقرر تھے اس وقت بھی دارالافتا میں یورپ وایشیا سے استفتا آیا کرتے تھے حضور مفتی صاحب قبلہ مشق کرنے کے لئے مجھے بھی دے دیا کرتے تھے۔ الحمدللہ زمانہ طالب علمی میں یورپ کے چند فتاوے لکھنے کا شرف حاصل رہا۔

سوال: آپ نے فراغت کے بعد کہاں کہاں آپ نے فروغ علم اور اشاعت اہل سنت کے لئے جدوجہد کی۔ اور ادارہ شرعیہ سے وابستگی کب ہوئی؟

جواب: بریلی شریف سے جنوری 1988ء میں فراغت ہوئی اور جون 1988ء میں مرکزی ادارۂ شرعیہ پٹنہ کے دارالافتاء میں بحیثیت مفتی تقرری ہوئی۔ اس دن سے آج تک تقریباً 29 سالوں سے فتویٰ نویسی کی خدمت پر مامور ہوں۔ الحمد علی احسانہ، ادارۂ شرعیہ مغربی بنگال کا قیام سری پور بازار ضلع بردوان میں ہوا تو قائد اہل سنت علامہ ارشد القادری صاحب علیہ الرحمہ والرضوان نے بحیثیت قاضی ومفتی کچھ دنوں کے لئے وہاں متعین فرمایا۔ اس وقت جھارکھنڈ میں دارالقضاء نہیں تھا اس لئے وہاں کے مقدمات بھی ادارۂ شرعیہ مغربی بنگال میں آیا کرتے تھے۔ تقریباً 5 سال تک افتاء وقضا کے ساتھ مدرسہ اہل سنت مخدوم العلوم میں درس بھی دیا کرتا تھا۔ اس علاقہ میں اہل سنت الجماعت کے افراد میں تصلب کی کمی تھی، 5 سال کے عرصہ میں میں نے اس حوالہ سے جدوجہد کی، سنیت میں استحکام آیا، وہاں کے عوام وخاص کا رشتہ اعلیٰ حضرت کے خانوادہ خصوصاً تاج الشریعہ سے جوڑا بفضلہ تعالیٰ اور بفیضان مرشد گرامی آج پورا علاقہ سنیت کی مہک سے شاداب اور فکر رضا سے معطر ہے۔

جب ادارۂ شرعیہ مغربی بنگال مستحکم ہو گیا تو پھر قائد اہل سنت علیہ الرحمہ الرضوان اور اراکین ادارۂ شرعیہ نے مرکز میں طلب فرما لیا۔ ادارۂ شرعیہ میں تخصص فی الفقہ کا شعبہ قائم ہے اور ملک کے مستند ومعروف مدارس کے فارغین تربیت افتا کے لئے یہاں حاضر ہوتے ہیں۔ الحمدللہ سیکڑوں علما یہاں سے تربیت لے کر پورے ملک میں اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

سوال: ادارہ شرعیہ اہل سنت کا معتبر تنظیمی ادارہ ہے، اور پوری دنیا میں خدمات کے اپنی شہرت رکھتا ہے کچھ وضاحت فرمائیں وہاں کتنے شعبے ہیں اور اس کیا خدمات ہیں؟

جواب: ادارہ شرعیہ اکابر اہل سنت کا قائم کردہ ادارہ ہے جو قیام سے اب تک اپنی خدمات انجام دے رہا ہے، اس میں چھوٹے بڑے کئی شعبے ہیں جن میں افتا، قضا، تربیت افتا، مدرسہ شرعیہ، کمپیوٹر سنٹر، ریلف تعلیمی بورڈ، فقہ ایڈوائزری کونسل، اور نشر واشاعت اہمیت کے حامل ہیں۔ شعبہ افتا کی اہمیت کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ ادارۂ شرعیہ میں ہند، بیرون ہند حتی کے ممالک مغربیہ سے بھی استفتاء آتے رہتے ہیں۔ اب تک فتاویٰ شرعیہ کی ۲۳ قلمی جلدیں تیار ہوچکی ہیں۔ ان جلدوں میں بقیۃ السلف حضرت قاضی فضل کریم حامدی، حضرت مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی، حضرت مفتی عبدالواجد قادری (امین شریعت ادارہ شرعیہ)، مفتی مجاہد حسین رضوی، مفتی انوار رضوی اور مفتی ابوالکلام علیہ الرحمہ کے فتاویٰ محفوظ ہیں۔ کچھ فتاویٰ مفتی عبدالحافظ علیہ الرحمہ اور قائد اہل سنت علیہ الرحمہ کے فتاویٰ بھی ہیں۔ چودھویں جلد سے اب تک فقیر کے دس ہزار فتاویٰ ہیں، جو فتاویٰ شرعیہ قلمی میں محفوظ ہیں۔ دعا کریں تاحیات یہ خدمت جاری رہے۔

سوال: فتاویٰ نویسی کے علاوہ تصنیف وتالیف کے حوالہ سے آپ کی کچھ خدمات ہیں؟

الحمدللہ! قرطاس وقلم سے قدیمی رشتہ ہے اور تصنیفی خدمات بہت زیادہ نہیں تو قدر غنیمت ضرور ہیں۔ دیہات میں جمعہ کا مسئلہ، اسلامی اخلاق وآداب دو رسالے منظر عام پر آچکے ہیں اور تین قریب التکمیل ہیں، علمی، فقہی اور مذہبی مضامین اس کے علاوہ ہیں۔ متعدد سیمینار میں شرکت کا شرف حاصل ہو چکا ہے اور تقریباً 15 مقالات ملک کے متعدد مقامات پہ پڑھنے کا موقع بھی میسر آچکا ہے۔ فتاویٰ رضویہ میں جو اصول فقہ ہیں انہیں بنام "اصولیات رضا" ترتیب دے رہا ہوں۔ اس کی چند قسطیں رضویاتی ادب کے نقیب سہ ماہی "رضا بک ریویو" میں شائع بھی ہوئی ہیں۔ قائد اہل سنت حضرت علامہ ارشد القادری کے لکھے ہوئے فتاویٰ بھی زیر ترتیب ہیں۔ جو "فتاویٰ قائد اہل سنت" کے نام سے جلد منظر عام پر آنے والا ہے۔

سوال: ہندوستان میں جدید مسائل پہ تحقیقات کے لئے دو تنظیمیں سرگرم عمل ہیں آپ نے اب تک ان سیمناروں کے لئے کتنے مقالے لکھے اور شرکت کی؟

جواب: مقالہ لکھنے کا عمل تو فراغت کے بعد ہی سے جاری ہے اور جاری بھی رہے گا مگر جہاں تک بات ان دونوں سیمناروں میں میری شرکت کی ہے تو تلخ بات تو یہی ہے کہ بریلی شریف کی "شرعی کونسل" ہو یا الجامعۃ الاشرفیہ کی "مجلس شرعی" ہو دونوں جگہ کچھ مخصوص لوگ ہی بلائے

جاتے ہیں، ادارۂ شرعیہ جسے فقہ وافتا کا کام انجام دیتے ہوئے ۴۹ر سال ہو گئے اور اس خدمت کی بنیاد پر اسے بہار وجھارکھنڈ میں مرکزی حیثیت حاصل ہے فقہی سیمینار کی دعوت کہیں سے نہیں آتی۔ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ مجلس شرعی اور ادارۂ شرعیہ کے فتاویٰ میں تضاد ہو گیا۔ تضاد ہونے کی وجہ سے عوام الناس میں اضطرابی کیفیت پیدا ہوگئی۔ میں نے اپنے شاگردوں کے ذریعے مجلس شرعی کے ذمہ داروں تک اس کی خبر دی کہ اگر مدعو کرنے میں کچھ کوئی مخصوص امر مانع ہے تو کم از کم مجلس شرعی کے فیصلہ سے ادارۂ شرعیہ کے دارالافتاء کو آگاہ کیا جائے۔ مگر وہاں کے ذمہ داروں نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

سوال: کیا آپ کو ایسا محسوس کر رہے ہیں کہ ادھر چند برسوں میں نئے حالات اور جدید تقاضے کے نام پر اہل سنت وجماعت میں ایسی فکر کو شامل کرنے کوشش ہو رہی ہے جسے صلح کلیت کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا اور ان کے خلاف چلانے والی مہم کو جنگ جو کہہ کر بدنام کیا جا رہا ہے۔ اعلیٰ حضرت کی تحقیقات کے خلاف بھی اب ان کی زبان کھلنے لگی ہیں اس سے جماعت کا رہا سہا اتحاد بھی خطرہ میں ہے؟

جواب: آپ نے صحیح کہا، یہ فکر اب زور پکڑ رہی ہے کہ جماعت اہل سنت کے تشخصات کو ختم کر دیا جائے، تمام بدعقیدہ فرقوں سے میل جول عام کیا جائے، بنام کلمہ ان سے رشتہ داری اور ان کے ساتھ معاملات ہی نہیں موالات کی بھی راہ کھول دی جائے۔ یہ جماعت میں رخنہ ڈالنے والا رجحان ہے اس پہ روک لگانا بہت ضروری ہے۔ بدنام کرنے والوں کو اپنا کام کرنے دیا جائے وہ تو یہ کہہ کر ماحول خراب کرتے ہی ہیں کہ دیکھئے" جو عقیدہ اہل سنت وجماعت کا ہے وہی میرا ہے پھر بھی ہے ہمارے خلاف ایکشن لیا جا رہا ہے" اور جس بات کے سبب ان سے اختلاف کیا جاتا ہے اسے یہ لوگ چھپا جاتے ہیں۔ یہ کتمان حق اور غلط بیانی سے کام لینے والے لوگ ہیں جن سے جماعت کو نقصان پہنچ رہا ہے مگر مصلحین ندوہ کی طرح مصلحین صلح کلیت اپنا کام کر رہے ہیں۔

اعلیٰ حضرت سے بلاوجہ اور غیر شرعی بغض وحسد رکھنے والے نامراد ہیں اور بر بنائے دیوبندیت ووہابیت اختلاف کرنے والوں کا حال حسام الحرمین اور الصوارم الہندیہ سے ظاہر ہے۔ جماعتی حریف کے علاوہ جو لوگ بھی اس عہد میں اعلیٰ حضرت سے کسی مسئلہ میں اختلاف کر رہے ہیں تو اس کی وجہ عصبیت اور احساس کمتری ہے۔ جماعت کے بڑے، یقینا علم وعمل اور سوچ وفکر کے اعتبار سے بڑے تھے اس لئے انہوں نے امت مسلمہ کو اعلیٰ حضرت اور دیگر اکابر علما ومشائخ سے جوڑے رکھا اور آج بھی جڑے ہوئے ہیں اور جڑ رہے ہیں گے۔ حسد کرنے والے فکری اعتبار سے چھوٹے لوگ ہیں یہ اسی عصبیت وحسد کی آگ میں جل مریں گے۔ اعلیٰ حضرت کا کچھ نہیں بگڑے گا۔

سوال: ۱۴۴۰ھ میں جشن امام احمد رضا منایا جانا ہے اس کے لئے آپ کے پاس کوئی تجویز اور مشورہ یا پلان جو آپ بھی کرنا چاہتے ہوں؟

جواب: میں نے آپ کے شمارہ میں بعض حضرات کے انٹرویو میں بڑے قیمتی مشورے دیکھے ہیں اسے کام میں لایا جائے، اعلیٰ حضرت کی کتابیں شائع کی جائیں، ان کی کتابوں کو سہل کیا جائے، ہر مکتبہ میں وہ کتابیں دستیاب ہوں اس کی کوشش کی جائے، ہر بڑے شہر میں شایان علمی جشن ہو اور مختلف زبانوں میں ان کی کتابیں شائع کی جائیں، کالج کے افراد کو بھی اس شامل کیا جائے اتنا کچھ ہم لوگ کر لیں تو یہ بہت بڑا کام ہوگا۔

سوال: الرضا آپ کے مطالعہ میں آ رہا ہے آپ نے اسے کیسا پایا، مزید کیا مشورہ دینا چاہیں گے؟

جواب: چند سالوں سے مسلکی آزادی کا رجحان بڑھا جا رہا ہے، جس سے جماعت میں اضطرابی کیفیت کا ماحو ہے۔ ایسے ماحول میں ایک ایسے رسالے کی ضرورت تھی جو ان لوگوں پر قدغن لگا سکے، آپ کے الرضا انٹرنیشنل نے اس کمی کو پوری کر دیا۔ جتنی جلد یہ رسالہ مقبول ومشہور ہوا وہ ایک نظیر ہے اور یہ اس کی حقانیت کی پہچان ہے۔ جماعتی موقف کے تعلق سے الرضا میں اٹھائے گئے سوالات مبنی بر حق ہیں۔ آپ نے ایسے آزاد خیال لوگوں کو حقیقت کا آئینہ دکھایا ہے، جو مسلک اعلیٰ حضرت کے خلاف واویلا مچاتے ہیں۔

مشورہ کے طور پر یہ کہنا چاہوں گا کہ الرضا ایک کام اور کرے وہ ہے حساس جماعتی موضوع پہ جماعت کے ذمہ دار افراد کی ایک نشست کا بلانا۔ تاکہ اس کے ذریعہ جماعت میں فروعی ومعمولی پائے جانے اختلاف کو دور کیا جا سکے اور ان کے اندر اتحاد واستحکام پیدا ہو سکے۔ میں الرضا کی اشاعت پر آپ کو اور آپ کی پوری ٹیم کو مبارکباد کہتا ہوں اور اس کی عمر طویل کے لئے دعا گو ہوں خدا پاک اسے ہمیشہ زندہ رکھے اور اس کے ذریعہ دین وسنیت کی خدمت ہوتی رہے۔

□□□

کنز الایمان:
اردو ترجمۂ قرآن کا منفرد عنوان

از: مولانا محمد ملک الظفر سہسرامی
Malikuzzafar786@gmail.com
مدیر اعلیٰ ''الکوثر'' دارالعلوم خیریہ نظامیہ بارہ دری سہسرام (بہار)

کنز الایمان اردو زبان میں ایک ایسا ترجمۂ قرآن پاک ہے جس میں لفظ و معنیٰ کی حرمت کی مکمل پاسداری کا مزاج و منہاج نظر آتا ہے۔ ایسا سلیس، سادہ، عام فہم اور بامحاورہ ترجمۂ قرآن اردو زبان میں کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔ پھر یہ کہ اس ترجمۂ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کے مقامِ عظمت و شانِ رفعت کی بھرپور پاسبانی نظر آتی ہے تو وہیں مقامِ نبوت و ناموسِ رسالت کے تحفظ کا حق بھی ادا ہوتا نظر آتا ہے۔

اس کے قبولِ عام کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ اب تک دنیا کی مختلف زبانوں میں اس کے کئی تراجم شائع ہو چکے ہیں اہلِ علم و تحقیق اس کی اہمیت، واقعیت اور انفرادی خصوصیات کے حوالے سے سیکڑوں تحقیقی و تاثراتی مقالات تحریر فرما چکے ہیں، کئی جامعات میں اسکالرس حضرات نے اسے موضوعِ تحقیق بنا کر اس پر طویل تحقیق، تبصرہ و جائزہ پیش فرمایا ہے۔

قرآن فہمی کے لیے جن اساسی علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر سیدی امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو گہری مہارت حاصل تھی وہ اسلامی علوم و معارف کا ایک چلتا پھرتا جامعہ تھے یقینا اس دور اور بعد والے ادوار کے لیے وہ اپنی مثال آپ تھے۔

وہ منصبِ الوہیت و مقامِ نبوت کی شان کے منافی کوئی لفظ تحریر نہیں فرماتے یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے غیر جانب دار، وسیع النظر اہلِ علم و اربابِ فکر نے کنز الایمان کو دیگر تراجمِ قرآن پر نہ صرف یہ کہ فوقیت دی۔ بلکہ اسے عشق و ادب کے اعتبار سے بھی نہایت محتاط ترجمۂ قرآن کی سند عطا فرمائی ہے۔ تقدیسِ الوہیت اور ناموسِ رسالت کی چوکیداری تو اعلیٰ حضرت کا طرۂ امتیاز رہا ہے ایسے تمام الفاظ کے انتخاب سے گریز فرمایا جو مقامِ الوہیت اور منصبِ نبوت کے شایان نہیں۔

آپ کے قلم گوہر رقم سے تحریر ہونے والے ترجمۂ قرآن مقدس بنام ''کنز الایمان'' کو دیگر اردو تراجم قرآن کی دنیا میں ایک انفرادی شناخت و پہچان حاصل تھی، ہے اور رہے گی۔ یہ ترجمۂ قرآن سادہ سلیس، بامحاورہ اور عام فہم ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی مفسرین متقدمین کی تفسیرات و توضیحات کے عین مطابق ہے۔ اس تعلق سے مشہور اسلامی اسکالر حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری تحریر فرماتے ہیں:

''انہوں نے قرآن کریم کا بہت گہری نظر سے مطالعہ کیا تھا قرآن فہمی کے لیے جن علوم کی ضرورت ہوتی ہے ان پر انہیں گہرا عبور حاصل تھا۔ شان نزول، ناسخ و منسوخ، تفسیر بالحدیث، تفسیر صحابہ و استنباط احکام کے اصول سے پوری طرح باخبر تھے۔ یہی سبب ہے کہ اگر قرآن پاک کے مختلف تراجم کو سامنے رکھ کر مطالعہ کیا جائے تو ہر انصاف پسند کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ ''کنز الایمان'' سب سے بہتر ترجمہ ہے جس میں شانِ الوہیت کا احترام بھی ملحوظ اور عظمتِ نبوت و رسالت کا تقدس بھی پیش نظر ہے''

شہرت یافتہ ادیب و قلمکار حضرت علامہ محمد میاں کامل سہسرامی رحمۃ اللہ علیہ ''کنز الایمان'' پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''قرآن حکیم کا جو ترجمہ اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے حق یہ ہے کہ

اس پائے کا سلیس، بامحاورہ اور ذمہ دار ترجمہ آج تک اردو زبان کی تاریخ میں نہیں ملتا ـ ـ ـ ـ ـ ـ ـ رائج الوقت اردو کے ایک ایک ترجمے کو دیکھ لیا جائے زبان ومحاورے کی بھرپور رعایت کے ساتھ سوزِ محبت اور گدازِ عشق میں ڈوبا ہوا اس درجہ محتاط ترجمہ کہیں نظر نہ آئے گا'' (قلمی بیاض سے)

اگر ایک طرف عقیدت مندوں، نیاز مندوں نے کنز الایمان کی انفرادیت اہمیت اور خصوصیات پر کھل کر اپنے تأثرات وتبصرے تحریر فرمائے تو وہیں اغیار ومخالفین کی جماعت سے بھی اہل علم وتحقیق کے تبصرے معرضِ وجود میں آئے ـ ـ ـ اس سلسلے میں امیر جماعت اہل حدیث استاذ ''سعید بن یوسف زئی'' نے اس کی انفرادی خصوصیت کے حوالے سے اپنا تبصرہ محفوظ فرمایا اور دیگر تراجم قرآن پاک کو اس کے مقابل غیر محتاط قرار دیا۔ آپ بھی دیدۂ عبرت سے یہ تبصرہ ملاحظہ کریں:

''یہ ایک ایسا ترجمۂ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لیے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقتِ ترجمہ اس کی جلالت وتقدیس وعظمت وکبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے جب کہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتبۂ فکر کے علما کے ہوں ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے۔

اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوبِ خدا شفیع روز جزا سید الاولین والآخرین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو بوقتِ ترجمہ مولانا احمد رضا خان نے اوروں کی طرح صرف لفظی ومعنوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا ہے بلکہ صاحبِ ماینطق عن الھویٰ ورفعنا لک ذکرک کے مقام عالی شان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے۔ یہ ایک ایسی خوبی ہے جو کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے۔ ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے ترجمہ میں وہ چیزیں پیش کی ہیں جن کی نظیر علمائے اہل حدیث کے یہاں بھی نہیں ملتی''

مشہور ادیب، دانشور اور صحافی مولانا کوثر نیازی کنز الایمان کا خطبہ کچھ اس طرح تحریر کرتے ہیں:

''امام احمد رضا نے عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے۔ کنز الایمان روح پرور ترجمہ عشقِ رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے''

جماعت مخالفین کے یہ وہ افراد ہیں جن سے امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان کا شدید مسلکی ونظریاتی اختلاف ہے ان کے دلوں میں اس عبقری کی عقیدتوں کے چراغ روشن نہیں ہیں۔ لیکن جادو وہ، جو سر چڑھ کر بولے!

حقیقتوں کا یہ برملا اعتراف امام احمد رضا کی عقیدت مندیوں، نیاز مندیوں کے پس منظر میں نہیں ہے۔ بلکہ ان کے بیکراں علم وفضل کا یہ حقیقت پسندانہ اقرار واعتراف ہے ـ ـ ـ

تفسیر قرآن پاک کے حوالے سے علمائے علم تفسیر نے چار اصول کی نشاندہی فرمائی ہے۔

(۱) تفسیر القرآن بالقرآن (۲) تفسیر القرآن بالحدیث (۳) تفسیر القرآن بآثار الصحابۃ والتابعین (۴) تفسیر القرآن باللغۃ العربیۃ والقواعد الاسلامیۃ

کنز الایمان کا تجزیاتی مطالعہ کرنے والے ارباب علم وتحقیق پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ ترجمۂ قرآن پاک علمائے مفسرین کے بیان کردہ اصول وضوابط کے عین مطابق ہے ـ ـ ـ

اعلیٰ حضرت نے ترجمۂ قرآن کا یہ عظیم اور روشن تاریخی کارنامہ جس انداز میں انجام دیا وہ یقیناً ان کی خداداد علمی لیاقتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ انہیں اسلامی علوم وفنون پر گہری دسترس تھی کچھ علوم وفنون تو انہوں نے باقاعدہ اساتذۂ ذی وقار کی بارگاہ میں حاضری دے کر حاصل کیے لیکن کچھ علوم وفنون ایسے بھی ہیں جن میں ان کا کوئی استاذ نہیں ـ ـ ـ ـ ـ ـ انہوں نے اپنی خداداد فکری صلاحیتوں سے اساتذہ کی رہنمائی کے بغیر وہ فنون حاصل کیے۔ ان کے افکار وخیالات پر گہری نظر رکھنے والے اصحابِ علم وتحقیق پر یہ امر پوشیدہ نہیں کہ وہ علم لدنی کے مالک تھے

اعلیٰ حضرت سیدی امام احمد رضا کی حیات گوناگوں علمی مشاغل میں اس قدر مصروف تھی کہ انہیں بعض دیگر اہم گوشوں کی جانب متوجہ ہونے کا

موقع میسر نہ آتا۔۔۔ظاہر ہے کہ ترجمۂ قرآن مقدس کا عظیم کارنامہ کوئی بچوں کا کھیل تو نہیں بلکہ اس کے لیے باقاعدہ اہتمام وانتظام درکار ہے۔۔۔صدر الشریعہ حضرت علامہ مفتی امجد علی قادری رضوی تلمیذ وخلیفہ امام احمد رضا نے کسی موقع سے اردو ترجمۂ قرآن کی جانب توجہ مبذول کراتے ہوئے درخواست گزاری۔ "سوانحِ اعلیٰ حضرت" کے قلم کار حضرت مفتی بدرالدین احمد قادری کے قلم سے یہ ترجمۂ قرآن تحریر کیے جانے کی تمہید ملاحظہ کیجئے اور اس عبقری کی خداداد صلاحیتوں ولیاقتوں کا خطبہ پڑھئے:

''جب حضرت صدر الشریعہ کی جانب سے اصرار بڑھا تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا چونکہ ترجمے کے لیے میرے پاس مستقل وقت نہیں ہے اس لیے آپ رات میں سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آجایا کریں۔ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور یہ دینی کام بھی شروع ہوگیا''

ترجمے کا طریقۂ کار یہ تھا کہ اعلیٰ حضرت زبانی طور پر آیات کریمہ کا ترجمہ بولتے جاتے اور حضرت صدر الشریعہ لکھتے رہتے لیکن یہ ترجمہ اس طرح پر نہیں تھا کہ آپ پہلے کتب تفاسیر ولغت کو ملاحظہ فرماتے بعدہٗ آیت کے معنیٰ کو سوچتے پھر ترجمہ بیان کرتے بلکہ آپ قرآن مجید کا فی البدیہہ برجستہ ترجمہ زبانی طور پر بولتے جاتے جیسے کوئی پختہ یادداشت کا حافظ اپنی قوت حافظہ پر بغیر زور ڈالے قرآن شریف فرفر فرفر پڑھتا جاتا ہے۔

حیرت بالائے حیرت تو یہ ہے کہ قرآن مقدس کا یہ ترجمہ فی البدیہہ برجستہ اور کتب تفاسیر ولغت کی مدد لیے بغیر ہوتا رہا لیکن ترجمہ نگاری کے بعد کوئی مقام اہل علم کو ایسا نہیں ملا جہاں کتب تفاسیر ولغت کے خلاف ترجمہ نظر آیا ہو۔۔اس سلسلے میں اہل علم کی آرا تحریر کرتے ہوئے مفتی بدرالدین احمد رضوی رقم طراز ہیں:

''جب صدر الشریعہ اور دیگر علمائے حاضرین اعلیٰ حضرت کے ترجمے کا کتب تفاسیر سے تقابل کرتے تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ اعلیٰ حضرت کا یہ برجستہ فی البدیہہ ترجمہ، تفسیر معتبرہ کے بالکل مطابق ہے''

تفاسیر متقدمین اور کتب لغت کے عین مطابق اس قدر سلیس با محاورہ ترجمۂ قرآن مقدس ایک اندازے کے مطابق چار پانچ سال کی مختصر سی مدت میں ہی پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔۔بالائے حیرت تو یہ ہے کہ نماز عشا کے بعد تھوڑا سا وقت اس اہم کام کے لیے مخصوص تھا۔۔

سیدی اعلیٰ حضرت کے دوسرے اہم علمی کارناموں سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صرف اس تاریخی اور اہم کارنامے پر توجہ کی جائے تو یہ خود آپ کی عبقریت کا ایک روشن شہادت نامہ ہے۔۔۔۔۔۔۔اہل علم وفکر پر یقینا یہ امر مخفی نہ ہوگا کہ ترجمہ نگاری کا کام کس قدر اہم اور مشکل ہے پھر معاملہ جب فرمانِ الٰہی اور قرآن مقدس کی ترجمہ نگاری کا ہو تو مشکلات اور بھی سخت ہوجاتی ہیں۔۔۔۔۔۔۔احتیاط کا تقاضہ مزید شدت اختیار کرجاتا ہے اور وہ بھی کتب تفاسیر ولغت کی بظاہر مدد لیے بغیر۔ بعد میں کتب تفاسیر ولغت متقدمین سے مطابقت کی جاتی تو اسے ان کے خلاف نہ پایا جاتا۔۔۔۔

قرآن مقدس کی چند آیات کے تراجم (جو مختلف ترجمہ نگاروں کے قلم سے ہوئے ہیں) کے تقابلی مطالعہ سے کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کی اہمیت، واقعیت، انفرادیت اور خصوصیت پہ مہر لگ جاتی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ناظرین پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہوجائے گا کہ اس ترجمۂ قرآن پاک کو لاریب دوسرے اردو تراجم پر فوقیت و انفرادیت حاصل ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ثبوت کے لیے چند آیات کا تقابلی جائزہ ملاحظہ ہو۔۔

(۱) ومکروا ومکر اللہ واللہ خیر الماکرین

قرآن پاک کی اس آیت کا اردو ترجمہ تحریر کرتے ہوئے عام ترجمہ نگاروں نے جو ترجمہ لکھا ہے وہ انصاف پسند قارئین کے روبرو ہے:

مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا مکر سب سے بڑھ کر (مولانا محمود الحسن دیوبندی)

اور وہ اپنا داؤں کر رہے تھے اور اللہ اپنا داؤں کر رہا تھا اور اللہ سب داؤں کرنے والوں میں بہتر داؤں کرنے والا ہے (مولانا وحید الزماں)

تو ادھر وہ چال چل رہے تھے اور ادھر خُدا چال چل رہا تھا اور خُدا سب سے بہتر چال چلنے والا ہے (فتح محمد خاں جالندھری)

ان تمام مترجمین نے شانِ الوہیت کے منافی الفاظ کے استعمال میں جس جسارت کا مظاہرہ کیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ قابلِ صد

افسوس ہے بلکہ مقامِ حیرت بھی ہے۔

ایک سلیم الطبع اور زندہ ضمیر مومن اللہ تبارک وتعالیٰ کی شان میں داؤں چلنے والا، چال چلنے والا جملہ استعمال نہیں کرسکتا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ اب ذرا اسی تناظر میں اس آیت قرآنی کے ترجمے میں اعلیٰ حضرت کا ایمانی تیور ملاحظہ فرمایئے:

ان کافروں نے مکر کیا اور اللہ نے ان کی ہلاکت کی خفیہ تدبیر فرمائی اور اللہ بہتر تدبیر فرمانے والا ہے (کنزالایمان)

□□

(۲) اللّٰہ یستہزئ بہم (البقرۃ: ۱۵)

اس آیت قرآنی کا ترجمہ کرتے ہوئے عام مترجمین نے لفظ ''استہزاء'' کا ترجمہ رقم کرتے ہوئے اللہ جل شانہ کے مقام عظمت کے ساتھ جو ناروا سلوک اختیار کیا ہے اسے دیدۂ عبرت ہو تو پڑھیے:

اللہ ان منافقوں سے ٹھٹھا کرتا ہے (سرسید احمد خاں)

اللہ ان کی ہنسی اڑاتا ہے (مرزا حیرت دہلوی)

اللہ ان سے ہنسی کرتا ہے (مولانا محمود الحسن دیوبندی)

اللہ ان سے دل لگی کرتا ہے (مولانا وحید الزماں)

ان منافقوں سے خُدا ہنسی کرتا ہے (فتح محمد خاں جالندھری)

اللہ تعالیٰ ان سے مذاق کرتا ہے (محمد جونا گڑھی)

اس آیت کے تحت بھی ترجمہ نگاروں نے اسی ذہنی خباثت کا اظہار کیا ہے جو ایک مرد مومن کے قلب وجگر کے لیے ناسور بن کر رہ گیا ہے۔ غور فرمایئے اللہ تبارک وتعالیٰ کی شانِ زیبا میں کس طرح کے سطحی وسفلی الفاظ کا استعمال روا رکھا گیا ہے۔۔۔۔۔۔ ٹھٹھا کرنا، ہنسی اڑانا، دل لگی کرنا، مذاق کرنا۔۔۔۔۔۔ استغفر اللہ

مگر اعلیٰ حضرت کی ترجمہ نگاری کا یہ حسین منظر ملاحظہ کیجئے:

اللہ ان سے استہزا فرماتا ہے جیسا اس کی شان کے لائق ہے

□□

(۳) ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایام ثم استوٰی علی العرش (اعراف: ۵۴)

اس آیت کا ترجمہ رقم کرتے ہوئے عام اردو مترجمین نے ان ربکم اللہ الذی خلق السموت والارض فی ستۃ ایام کا ترجمہ تو قریب قریب لفظوں کے تھوڑے تغیر وتبدل کے ساتھ یکساں تحریر کیا ہے لیکن ثم استویٰ علی العرش کا ترجمہ کرتے ہوئے مقام الوہیت کی شان کے خلاف جس طرح کے الفاظ کا استعمال روا رکھا ہے وہ انصاف پسند قارئین کو یقیناً ورطۂ حیرت میں ڈال دے گا:

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان وزمین چھ دن میں بنائے پھر قرار پکڑا اعرش پر (مولانا محمود الحسن دیوبندی)

۔۔۔۔ پھر عرش پر قائم ہوا (مولانا اشرف علی تھانوی)

۔۔ پھر عرش پر جا ٹھہرا (فتح محمد خاں جالندھری)

۔۔ پھر قائم ہوگیا عرش پر (مولانا عبد الماجد دریا آبادی)

۔۔ پھر آسمان وزمین بنانے کے بعد تخت پر چلا (مولانا وحید الزماں)

۔۔ پھر تختِ سلطنت پر جلوہ فرما ہوا (مولانا مودودی)

اردو ترجمہ نگاروں کے ان تراجم کا بغور مطالعہ فرمائیں تو یہ بات صاف نظر آئے گی کہ وہ تمام مترجمین جو توحید کے ٹھکیدار بنے پھرتے ہیں لفظ ''استویٰ'' کا ترجمہ تحریر کرنے میں ٹھوکر کھانے سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکے مقام الوہیت وربوبیت کے منافیٔ شان ترجمہ کر کے گزر گئے۔ اللہ تعالیٰ جسم وجسمانیات اور مکان ومکانیات سے پاک ہے اس اسلامی عقیدے کے تناظر میں یہ ترجمہ قطعی شانِ الوہیت کے منافی ہے

اب ذرا محتاط ترین ترجمہ نگار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے ترجمۂ قرآن کنز الایمان میں اس آیت قرآنی کے ترجمے میں مقام الوہیت وشانِ ربوبیت کی پاسداری کے جلوے ملاحظہ فرمائیں:

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے پھر عرش پر استویٰ فرمایا جیسا اس کی شان کے لائق ہے۔ (کنزالایمان)

□□

(۴) وما کنت تدری ما الکتٰب والایمان (سورہ شوریٰ پ ۲۵۔ آیت: ۵۳)

اس آیت کے تحت مختلف ترجمہ نگاروں نے جو ترجمہ تحریر کیا ہے وہ غیر جانب دار قارئین کے پیش نظر ہے:

اے نبی! تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب اور کیا ہے ایمان (مولانا محمود الحسن دیوبندی)

آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے (مولانا اشرف علی تھانوی)

تم نہ کتاب کو جانتے تھے نہ ایمان کو (فتح محمد خاں جالندھری)
آپ کو نہ یہ خبر تھی کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ کہ ایمان کیا چیز ہے (مولانا عبدالماجد دریا آبادی)
اس سے پہلے تجھ کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ ایمان معلوم تھا (مولانا وحیدالزماں)
آپ اس سے پہلے یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ کتاب اور ایمان کیا چیز ہے (محمد جونا گڑھی)
تمہیں کچھ پتہ نہ تھا کہ کتاب کیا ہوتی ہے اور ایمان کیسا ہوتا ہے (مولانا مودودی)
آپ کو خبر نہ تھی کہ کتاب کیا ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے (عبدالکریم پاریکھ)
آپ نہ تو یہ جانتے تھے کہ کتاب کیا چیز ہے اور نہ یہ جانتے تھے کہ ایمان کیا ہے (فہیم الدین صدیقی)
دیکھا آپ نے! اس آیتِ قرآنی کا ترجمہ تحریر کرتے ہوئے کس قدر دریدہ دہنی کے ساتھ رہبر امت نبیٔ کائنات ﷺ کو ایمان سے بے خبر اور ناواقف بتایا جارہا ہے۔ مومن ہونا تو دور کی بات ہے اے نبی! تمہیں ایمان کی خبر تک نہ تھی ایمان کیا ہے یہ بھی تمہیں علم نہ تھا۔
اس کے برخلاف امام عشق و محبت اعلیٰ حضرت کا محتاط قلم اس سنگلاخ وادی سے کس پاکیزگی کے ساتھ گزرتا ہے کہ ان کا رہوارِ فکر بغیر ٹھوکر کھائے منزلِ ایمان کی پابوسی کرتا نظر آرہا ہے۔ وہ کس پاکیزگی کے ساتھ قلم کو آدابِ بارگاہِ نبوی کا درس دیتے ہوئے ترجمہ نگاری کے مرحلے سے گزر رہے ہیں ملاحظہ فرمائیں:
اس سے پہلے تم نہ کتاب جانتے تھے اور نہ احکامِ شرع کی تفصیل (کنزالایمان)

□□

(۵) انا فتحنا لک فتحا مبینا لیغفر لک اللہ ما تقدم من ذنبک و ما تأخر (سورہ فتح پ ۲۶۔ آیت: ۱)
اس آیت قرآنی کا ترجمہ اردو زبان میں مختلف ترجمہ نگاروں نے جو تحریر کیا ہے قارئین حضرات غیر جانب دار ہو کر اسے ملاحظہ فرمائیں:
ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے شرعی فیصلہ تا کہ معاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہو چکے تیرے گناہ اور پیچھے (مولانا محمودالحسن دیوبندی)
بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف فرمادیں (مولانا اشرف علی تھانوی)
بے شک ہم نے تم کو فتح دی شرعی وصاف تا کہ خدا تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے (فتح محمد خاں جالندھری)
بے شک ہم نے آپ کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ اللہ آپ کی سب اگلی پچھلی خطائیں معاف کر دے (مولانا عبدالماجد دریا آبادی)
اے پیغمبر! یہ حدیبیہ کی صلح کیا ہے؟ ہم نے تجھ کو کھلم کھلا فتح دی تا کہ تو اللہ کا شکر ادا کرے۔ اللہ تیرے اگلے پچھلے گناہ بخش دے (مولانا وحیدالزماں)
بے شک اے نبی! ہم نے آپ کو ایک کھلم کھلا فتح دی ہے تا کہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو کچھ گناہ پیچھے سب کو اللہ تعالیٰ معاف فرمادے (محمد جونا گڑھی)
اے نبی ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی تا کہ اللہ تمہاری اگلی پچھلی کوتاہیوں سے درگزر فرمائے (مولانا مودودی)
بے شک ہم نے تم کو کھلی فتح عطا کر دی کہ اللہ نے تمہاری اگلی پچھلی چوک پر بخشش فرمادی (مولانا پاریکھ)
اے محمد! ہم نے تم کو کھلی ہوئی فتح عطا کی تا کہ اللہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے (فہیم الدین صدیقی)
اس آیت قرآنی کا ترجمہ کرتے ہوئے اردو ترجمہ نگاروں نے گستاخی اور دریدہ دہنی کی حد کر دی۔ نعوذ باللہ من ذلک۔ مسلم گھرانے کا ایک ایک فرد جانتا ہے کہ نبی معصوم ہوتے ہیں ان کی ذات سے کسی طرح کے گناہ کا صدور ممکن نہیں۔ عصمت انبیا اسلامی عقائد کا ایک مسلم الثبوت عقیدہ ہے۔ ہاں خطائے اجتہادی ہو سکتی ہے۔ لیکن ان مترجمین نے نبی کونین سید المعصومین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو ایک پاپی گنہگار اور خطا کار کی شکل میں پیش کر کے ایمان و عقاید کی پوری عمارت کو متزلزل کر دیا ہے۔ نہ صرف یہ کہ نبیٔ کونین ﷺ کے پچھلے تمام گناہوں کی مغفرت کا اظہار کیا جارہا ہے بلکہ اس بات کا بھی اقرار ہے کہ آپ سے آنے والے دنوں میں بھی گناہ کا صدور ہوگا۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

اب ذرا اس پس منظر میں کنز الایمان کا ایمان افروز اور روح پرور ترجمہ ملاحظہ فرما کر ان دریدہ دہنوں اور گستاخوں سے کہئیے۔ ع

دیکھو! اس طرح سے کرتے ہیں سخن ور باتیں

بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی۔ تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ (کنز الایمان)

□□

(۲) ووجدک ضالا فھدی

اس آیت کا ترجمہ تحریر کرتے ہوئے بھی عام مترجمین لفظ "ضال" کی ترجمہ نگاری کرتے ہوئے منصبِ نبوت کے پاسدار نظر نہیں آتے اور یہ ان حضرات کے ہاتھوں میں بازیچۂ اطفال نظر آتا ہے۔غیر جانب دار قارئین ملاحظہ فرمائیں:

پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سوجھائی (مولانا محمود الحسن دیوبندی)

اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو شریعت سے بے خبر پایا سو آپ کو شریعت کا راستہ بتلادیا (مولانا اشرف علی تھانوی)

رستے سے ناواقف دیکھا تو سیدھا راستہ دکھایا (فتح محمد خاں جالندھری)

آپ کو بے خبر پایا سو راستہ بتادیا (مولانا عبدالماجد دریا آبادی)

اس نے تجھ کو بھولا بھٹکا پایا پھر راہ پر لگایا (مولانا وحید الزماں)

اور تجھے راہ بھولا پا کر ہدایت دی (محمد جونا گڑھی)

اور تمہیں ناواقفِ راہ پایا پھر ہدایت بخشی (مولانا مودودی)

اور راستے سے ناواقف دیکھا تو راستہ دکھایا (فہیم الدین صدیقی)

اردو ترجمہ نگاروں کے ان تراجم کا دل پر ہاتھ رکھ کر مطالعہ فرمائیے تو آپ کو نظر آئے گا کہ ان تمام مترجمین نے ترجمہ نگاری کے مرحلے سے گزرتے ہوئے منصبِ نبوت و رسالت کو مدِّ نظر رکھے بغیر جس دریدہ دہنی و گستاخی کا مظاہرہ کیا ہے اس نے ان کے ایمان بالرسالۃ پہ سوالیہ نشان قائم کردیا ہے۔۔۔۔تقریباً تمام ترجمہ نگاروں نے سید المعصومین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو راہ سے بھٹکا ہوا، شریعت سے بے خبر، بھولا بھٹکا قرار دیا ہے۔ جب کہ سورۂ النجم میں خود اللہ تبارک و تعالیٰ بہت واضح اور صاف الفاظ میں مقام نبوت و منصب رسالت کے تعلق سے اسلامی عقیدے کا اظہار فرمارہا ہے۔ ماضل صاحبکم وما غوی۔۔۔۔(اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اترے۔۔۔۔۔تمہارے صاحب نہ بہکے نہ بے راہ چلے۔۔۔(کنز الایمان) ظاہر ہے ان ترجمہ نگاروں کے تراجم کی روشنی میں "ضل" کا ترجمہ گمراہی وضلالت سے کیا جائے تو نعوذ باللہ من ذلک قرآن کی یہ دو آیات آپس میں متضاد و متصادم نظر آئیں گی۔۔۔۔۔۔۔۔اور پھر وہ تراجم منصب نبوت کے منافی بھی قرار پاتے ہیں

اب ذرا اس تناظر میں سیدی اعلیٰ حضرت کا محتاط ترین ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی۔۔

ترجمہ نگاری کا حق بھی ادا فرمادیا اور منصب نبوت کا آبگینہ بھی چور چور اور پاش پاش ہوتا نظر نہیں آتا۔

مشتے نمونہ از خروارے کے تحت چند آیات کے تراجم کا جو تقابل پیش کیا گیا۔۔۔۔۔۔۔اس سے کنز الایمان کی اہمیت ،انفرادیت اور خصوصیت کے جو نقوش ابھرتے ہیں وہ قارئین سے پوشیدہ نہیں رہے۔۔۔۔۔۔۔

اوّلین تین آیات کی ترجمہ نگاری میں حضرت مترجم نے لفظ "مکر" "استہزاء" اور "استواء" کا ترجمہ کرتے ہوئے شانِ الوہیت اور مقامِ ربوبیت کی نزاکتوں کا لحاظ و پاس رکھتے ہوئے لفظوں کا بے پناہ محتاط انتخاب فرمایا ہے۔۔۔جب کہ آخری تین آیات میں مقامِ نبوت و منصبِ رسالت کے آداب واحترام کی وہی جلوہ گری نظر آتی ہے جو اس کا تقاضا ہے۔۔۔۔۔۔۔یہی تو وہ خوبی ہے کہ جماعت مخالفین کے اصحابِ فکر و اربابِ قلم کی زبان پہ بھی اس کا خطبہ جاری ہو گیا اور وہ یہ تحریر کرنے پر مجبور ہو گئے کہ

"انہوں نے اپنے ترجمے میں وہ چیزیں پیش کی ہیں جن کی نظیر علمائے اہلِ حدیث کے یہاں بھی نہیں ملتی"

معنوی اور حقیقی خوبیوں کے علاوہ زبان و بیان کی سلاست ،لب و لہجے کی نفاست ،لفظوں کا خوبصورت اور محتاط انتخاب اور ایجاز واختصار تو بس ع

کرشمہ دامنِ دل می کشد کہ جا ایں جاست

□□□

تذکرہ سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی

علیہ الرحمہ والرضوان

حضرت حکیم سید شاہ تقی حسن بلخی (سجادہ بلخیہ فردوسیہ فتوحہ، پٹنہ)

ہندوستان کی زمین خوش نصیب زمین رہی ہے۔ اس کی جاذبیت وکشش اب تک جوگ وروحانیت کے متوالوں کو دوسری جگہوں سے یہاں برابر کھینچ لاتی رہی ہے۔ بلکہ کتنے صاحب تاج وتخت پائیہ تخت وتاج کو تیاگ دے کر یہاں آبسے۔ حضرت مخدوم شہاب الدین پیر جگجوت جیٹھلوی جو کاشغر کے، حضرت مخدوم اشرف جہانگیر جو سمنان کے، مولانا مظفر بلخی جو بلخ کے فرمارواو بادشاہ تھے، یہیں کی زمین کو انہوں نے اپنے رشد وہدایت، ایثار ومحبت، ترویج انسانیت وخدمت خلق کے لیے اپنا لیا اور یہیں کے باشندہ ہو گئے۔ ان کے علاوہ بھی ایسے بہت سے سلاطین وبادشاہان کی طویل فہرست مرتب کی جاسکتی ہے۔

صحیح فرمایا ہے سرگروہ چشتیان حضرت ابو اسحاق چشتی نے اپنے مرید ابو احمد صاحب سے۔ ''درویشی بالاتر است از بادشاہی عرب وعجم۔ واللہ اگر ابو اسحاق راملک سلیمان دہند قبول نکند۔'' فقیری ودرویشی عرب وعجم کی بادشاہی سے بڑھ کر ہے۔ خدا کی قسم اگر ابو اسحاق کو ملک سلیمان بھی ملے تو وہ اس کو بھی قبول نہ کرے۔ جس کی ترجمانی حضرت حافظ نے ''بخال ہندوش بخشم سمرقند وبخارارا'' سے کی ہے۔

انہیں قدیم اکابر میں حضرت سلطان الہند غریب نواز خواجۂ خواجگان معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ جنہوں نے اپنے مولد ووطن کو چھوڑ کر تمام ممالک کی سیر کرتے ہوئے ہندوستان کی متبرک زمین اجمیر کو (جو انہیں کی مناسبت سے اجمیر شریف ہے) آرہے۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فرمانا ہے کہ ''ہند سے محبت کی بو ملتی ہے'' اسی کی طرف تو لطیف اشارہ ہے۔

۹/ جمادی الاخریٰ ۵۳۷ھ کو حضرت خواجہ معین الدین سجستان میں پیدا ہوئے۔ والد محترم کا نام غیاث الدین، ماں کا نام بی بی ملکہ تھا۔ آپ حسنی سادات تھے۔ سلسلۂ نسب حضرت علی سے جاملتا ہے۔ گیارہ سال میں یہ در یتیم، یتیم ہو گیا تھا۔ تعلیم وتدریس کے لئے مختلف جگہوں میں جانا پڑا۔ قرآن شریف حفظ کیا۔ عربی درسیات کی تکمیل سمرقند وعراق وغیرہ میں کی۔ ایک دن اپنے موروثی باغ میں جہاں انگور کی لٹ پھیلی ہوئی تھی، رکھوالی فرمارہے تھے، ایک مجذوب حضرت ابراہیم قلندر اُدھر آنکلے۔ حضرت خواجہ نے ان کی بے حد خاطر تواضع کی۔ مجذوب موصوف نے اپنا جوٹھا حضرت کے منہ میں ڈال دیا۔ بروایت مشہورہ اس کے کھانے سے خواجہ صاحب پر روحانیت ودرویشی کا وہ غلبہ ہوا کہ تکمیل فقیری ودرویشی کے لیے مرشد کامل کی تلاش میں وہاں سے چل نکلے۔

نہ تاج وتخت میں نہ لشکر وسپاہ میں ہے
جو بات مرد قلندر کی بارگاہ میں ہے

مختلف اکابر وصوفیا ودرویش مثلاً حضرت غوث اعظم، شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی، نجم الدین کبریٰ، یوسف ہمدانی، محمود صفہانی، شیخ احمد خضرویہ بلخی وغیرہ کی روحانی صحبت میں بیٹھے، آخر ہارون (جو نواحی نیشاپور کا ایک قصبہ ہے) پہنچ کر حضرت عثمان ہارونی سے تکمیل روحانیت کی، اور مرید ہو کر خلعت خلافت سے نوازے گئے۔ حضرت عثمان ہارونی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ ''معین الدین خدا کا پیارا ہے جس کی مریدی پر مجھے فخر ہے''۔ اللہ اللہ یہ ہے مقام ہمارے خواجہ غریب نواز کا بیس سال حضرت خواجہ عثمان ہارونی کی خدمت بابرکت میں رہے۔

پھر حسب اشارہ نبویہ و پیرومرشد ہندوستان کے لیے روانہ ہوئے۔ لاہور پہنچ کر حضرت علی ہجویری، داتا گنج بخش لاہوری کے مزار پرانوار پر چلہ کش ہوکر ۵۶۰ھ میں جوراجہ رائے پرتھوی کا زمانہ تھا، دارالخیر اجمیر میں آکر مقیم ہوگئے۔ حضرت کے سب سے پہلے مرید سید حسین خنک سوار ہوئے، جن کی قبر اجمیر ہی میں تارا گڑھ پہاڑ پر ہے، اور انہیں کے بھائی سید وجیہ الدین کی دختر نیک اختر بی بی عصمت سے حضرت خواجہ کی پہلی شادی ہوئی۔ دوسری شادی امت اللہ جو ایک راجہ کی لڑکی تھیں، ان سے ہوئی۔ دونوں سے اولادیں ہوئیں، جس کی تفصیلات ان کی سوانحی کتابوں میں مذکور ہیں۔

بروایت صحیح ہندوستان مین آپ پہلے چشتی المسلک بزرگ تھے۔ سلسلۂ بیعت حضرت ابواسحاق چشتی اور حضرت حضرت سلطان ابراہیم ادھم بلخی سے ہوتا ہوا حضرت علی سے جاملتا ہے۔ چشتی لقب سے حضرت ابواسحاق التوفی ۹۴۰ء سب سے پہلے منسوب ہوئے۔ (چشت خراسان کے ایک مشہور شہر کا نام ہے جو ہرات کے قریب واقع ہے) حضرت خواجہ کا زمانہ محمد غوری، قطب الدین ایبک، شمس الدین التمش کا زمانہ ہے۔ حضرت کے ممتاز خلفاء میں حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت حمید الدین ناگوری، عبد اللہ المعروف بہ جیپال جوگی گزرے ہیں۔ حضرت پھر بابا فرید الدین شکر گنج، حضرت خواجہ محبوب الٰہی نظام الدین اولیا، حضرت خواجہ علاء الدین صابر، حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلوی وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ سے جو اسی خانوادہ سے متعلق ہیں، اس سلسلہ چشتیہ کی کثیر اشاعت ہوئی اور رشد و ہدایت کی گرم بازاری رہی۔

آپ کی تصانیف کے متعلق عام خیال یہی ہے کہ صرف ایک ملفوظات کا مجموعہ "دلیل العارفین"، جس کو آپ کے خلیفہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکی علیہ الرحمہ نے جمع کیا ہے، پایا جاتا ہے، ہاں "انیس الارواح" کو بھی کہہ سکتے ہیں جو حضرت خواجہ عثمان ہارونی علیہ الرحمہ والرضوان کی صحبت میں رہ کر خود خواجہ غریب نواز نے اپنے پیرومرشد کے ملفوظات واقوال کو جمع ومرتب فرمایا ہے، وہ بھی موجود ہے۔ ایک دیوان بھی "دیوان معین" کے نام سے طبع ہو چکا ہے۔ گنج الاسرار بھی ایک کتاب حضرت خواجہ کی طرف منسوب کی جاتی ہے۔ مگر اس کتاب اور دیوان کو مشتبہ سمجھا جاتا ہے اس کتاب کا ایک قلمی نسخہ اس حقیر کے کتب خانہ میں ۱۰۸۱ھ کا مکتوبہ موجود ہے۔

حضرت خواجہ غریب نواز کا انتقال ۶/ رجب ۶۳۳ھ میں اجمیر شریف میں ہوا۔ اور وہیں آپ کا مزار پرانوار بھی ہے، جہاں آپ کا عرس بڑے اہتمام سے ہر سال منایا جاتا ہے اور ہندوغیرہ کے زائرین لاکھوں کی تعداد میں شریک ہوتے ہیں۔ مختلف عمارتیں درگاہ معلی پر مختلف سلاطین نے مختلف ادوار واوقات میں نذر عقیدت کے طور پر بنائی ہیں۔ ان میں شاہ جہاں کی بنائی ہوئی سنگ مرمر کی مسجد خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ شاہ جہاں، جہاں گیر، عالمگیر، اکبر اور دیگر سلاطین وقت نے بارہا پیادہ پا چل کر اس آستانہ پر جبہ سائی کی اور نذر عقیدت پیش کیا ہے۔ یہ سارے واقعات "اخبار الاخیار، سیر الاولیاء، سفینۃ الاولیاء، خزینۃ الاولیاء، ماثر عالمگیری، تاریخ فرشتہ، اکبرنامہ، تزک جہانگیری، دلیل العارفین، انیس الارواح" وغیرہ سے ماخوذ ہیں۔ دقت کی تنگی مانع ہے کہ ہم تفصیلات میں جائیں، خصوصاً آپ کی کرامتوں کا (آپ کے سراپا کرامت ہوتے ہوئے بھی) ذکر نہ کرسکا، اس لئے بہ مجبوری اب آپ کے چند اقوال وفرمودات کو جس سے کچھ یہ معلوم ہوسکے کہ آپ کا طریقہ کار، جذبۂ روحانی، مسلک درویشی کیا تھا، تبرکا عرض کرتا ہوں۔

فرماتے ہیں کہ "عارف کی خصلت ایثار ہے۔ راہ سلوک میں گورستان میں قہقہہ اور کھانا گناہ ہے۔ ذکر رسول ﷺ کرتے تو روپڑتے اور فرماتے کہ جو آپ ﷺ سے شرمندہ ہوگا وہ کہاں جائے گا؟ اسی طرح جب عذاب قبر کا تذکرہ ہوتا تو اتنا روتے کہ چیخ نکل جاتی۔ فرمایا، عاشق کا عشق سب کو خاکستر کردیتا ہے۔ سخاوت دریا جیسی، شفقت آفتاب جیسی، تواضع وفروتنی زمین جیسی چاہیے۔ نیکوں کی صحبت کار نیک سے بہتر، اور بروں کی صحبت کار بد سے بدتر ہے۔ علامت عارف موت کو دوست رکھنا، اور ترک راحت اور مولیٰ سے محبت ہے۔ عارف ایک ایسا آفتاب ہے کہ جس کی روشنی ونور سے عالم منور وروشن ہو۔ طریقت خدمت خلق کا نام ہے، بغیر پیروی شریعت نبی کریم ﷺ طریقت ومعرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔"

مرسلہ سید شاہ ابصار الدین بلخی فردوسی: ولیعہد خانقاہ بلخیہ فردوسیہ)

امام احمد رضا اور چشتی مجدد دین اسلام

مولانا ڈاکٹر عبدالنعیم عزیزی

امام احمد رضا اور حضرت محبوب الٰہی چشتی

نام: نظام الدین، لقب: محبوب الٰہی، والد ماجد کا نام: حضرت خواجہ احمد قدس سرہ العزیز۔ ولادت ۶۳۵ھ بدایوں۔ وصال ۷۲۵ھ، دھلی۔ آپ حسینی سید ہیں آپ کے والد ماجد حضرت خواجہ احمد علیہ الرحمہ آپ کی کم سنی میں وصال فرما گئے، ان کا مزار مبارک بدایوں میں مرجع خلائق ہے۔ صاحب کرامت بزرگ تھے۔

محبوب الٰہی حضرت نظام الدین علیہ الرحمہ کی ابتدائی تعلیم والدہ ماجدہ نے گھر ہی پر دلائی بعدہ علم دین کی تکمیل کے لئے دہلی تشریف لے گئے اور وہیں سے سند حدیث لی، آپ کو حضرت فرید الدین مسعود گنج شکر رضی الرحمن (مزار مبارک پاک پٹن شریف پنجاب پاکستان) سے بیعت وخلافت واجازت حاصل ہے اور انہوں نے ہی آپ کو دہلی کی ولایت عطا فرمائی۔

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری، غریب نواز رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک آپ کا سلسلۂ طریقت حسب ذیل ہے:

(۱) حضرت محبوب الٰہی چشتی (۲) بابا فرید الدین (۳) حضرت قطب الدین بختیار کاکی

(۴) حضرت خواجہ غریب نواز چشتی رحمۃ اللہ علیہم محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مرشد بر حق بابا فرید علیہ الرحمہ کے ملفوظات بنام راحت القلوب مرتب فر مائے اور آپ کے ملفوظات آپکے مرید اور خلیفہ حضرت امیر علا سنجری نے بنام فوائد الفواد مرتب درمائے۔

حضرت محبوب الٰہی قدس سرہ کا یہ قول

''ہنوز دلی دور است'' ضرب المثل بن گیا ہے آپ نے کئی بادشاہوں کا دور دیکھا۔ آپ کے مریدوں میں سلاطین، امرأ وزرأ شعرأ، فقرأ، غربأ سبھی طرح کے لوگ شامل تھے، آپ کی خانقاہ علم وتصوف اور خدمت خلق وخدمت دین کا مرکز تھی۔ آپ کے خاص خلفاء میں حضرت امیر خسرو اور حضرت نصیر الدین محمود کو حاصل ہوئی۔ حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کا مزار مبارک دہلی میں مرجع خلائق ہے۔ آپ کی کی کرامات آج بھی جاری و ساری ہیں۔ اور تا قیامت انشاء اللہ جاری وساری رہیں گی، آپ ہی کے نام پر آپکے مزار پر آپکے مبارک کا علاقہ علاقہ نظام الدین کہلاتا ہے اور آپ کے نام پر دہلی میں ایک ریلوے اسٹیشن ''حضرت نظام الدین'' بھی ہے۔

کارنامۂ تجدید:

حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمہ والرضوان نے تصوف و روحانیت اور خدمت خلق کے ذریعہ دین متین کی زبردست خدمت انجام دی۔ ہزاروں غیر مسلموں کو اسلام سے ہم آغوش کیا اور ہزاروں بھٹکے ہوئے انسانوں کو صراط مستقیم پر گامزن کیا۔ بڑے بڑے بادشاہوں اور کج کلاہوں کا غرور اوران کے قلب و نفس کی انا اور میل چور چور اور دور فرما کو انہیں نیک دل انسان اور

سچا مسلمان بنادیا مسلسلۂ چشتیہ کو آپ ہی کے کارنامہ تجدید کی بدولت عرس و فاتحہ و نذر و نیاز کی حاضری اور محبت بھری رسمیں جاری وساری ہیں اور مزارات اولیاء کا تقدس اور رونق قائم ہے۔

آپ کو سیدنا محبوب الٰہی علیہ الرحمہ سے زبردست عقیدت ومحبت تھی اور آپ ان کی عظمتوں کے قائل تھے۔

بارگاہ محبوب الٰہی کی حاضری:

حضرت امام احمد رضا بارگاہ سیدنا محبوب الٰہی کی حاضری کا واقعہ اس طرح بیان فرماتے ہیں: ـ''میری عمر تیسوان سال تھا کہ حضرت محبوب الٰہی کی درگاہ میں حاضر ہوا۔ احاطہ میں مزار میر وغیرہ کا شور مچا تھا۔ طبیعت منتشر ہوتی تھی، میں نے عرض کیا۔ حضور میں آپکے دربار میں حاضر ہوا ہوں اس شور شغب سے نجات ملے۔ جیسے ہی پہلا قدم روضۂ مبارک میں رکھا ہے کہ معلوم ہوا سب ایک دم چپ ہو گئے۔ میں سمجھا کہ واق عی سب خاموش ہو گئے، معلوم ہوا کہ سب حضرت کا تصرف ہے، یہ بین کرامت دیکھ کر مدد مانگنی چاہی، بجائے حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے نام مبارک کے یاغوثاہ زبان سے نکلا۔ وہیں میں نے اکسیر اعظم قصیدہ کیا۔ (پھر ارشاد فرمایا) ارادت شرط اہم ہے بیعت میں۔ بس مرشد کی ذراسی تو جہد رکار ہے اور دوسری طرف اگر ارادت نہیں تو کچھ نہیں ہو سکتا'' (مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان بریلوی، الملفوظ حصہ سوم، ص ۵۹)

اس واقعہ میں حضرت محبوب الٰہی کی عظمت، تصرف اور کرامت کا اظہار بھی ہے۔ اور ساتھ ساتھ اپنے مرشد سے ارادت اور وفاداری کا درس بھی۔ سیدنا محبوب الٰہی کی کرامت اور تصرف کو تسلیم کرتے ہوئے بھی امام احمد رضا نے استعانت یا توجہ وغیرہ کے سلسلے میں اپنے ہی مرشد سے لو لگائے رکھنے کی تعلیم دی ہے درس تصوف اور تعلیم بزرگاں بھی ہے۔

اس واقعہ کے تسلسل میں سیدنا امام احمد رضا نے سرکار غوث اعظم رضی اللہ المولی تعالی عنہ کا ایک واقعہ بیان فرما کر تصوف اور طریقت کے اس اصول کی صداقت کا ثبوت بھی دیا ہے اب امام احمد رضا اس کی تصدیق خود حضرت محبوب الٰہی علیہ الرحمہ کے اس واقعہ سے کراتے ہیں۔

''تین قلندر حضرت محبوب الٰہی کے خدمت میں حاضر ہوئے اور کھانا مانگا۔ حضرت نے خدام کو کھانا لانے کے لئے کہا۔ کھانا آیا مگر قلندروں میں سے ایک نے وہ کھانا پھک دیا اور کہا اس سے اچھا کھانا لاؤ۔ اسی طرح کئی بار ہوا، آخر کار سرکار محبوب الٰہی نے اس قلندر کو اپنے پاس بلایا اور اس ک کان میں فرمایا۔ یہ کھانا اس مردار بیل سے تو اچھا ہے جو تم نے راستے میں کھایا۔ یہ سن کر اس کا حال متغیر ہوا۔ دراصل یہ تینوں قلندر تین دنوں سے بھوکے تھے۔ راستے مین ایک مرا ہوا بیل پڑا ملا کس کے گو شت میں کیڑے رینگ رہے تھے، مگر بھوک مے مارے ان تینو ں نے اس کا گوشت کھالیا تھا۔

حضور محبوب الٰہی کی یہ کرامت دیکھ کر قلندر آپکے قدموں پر گر پڑا۔ آپ نے اسے اٹھا کر سینیسے لگایا اور جو کچھ عطا کرنا تھا کیا، وہ قلندر وجد میں آکر رقص کرنے لگا اور اسی عالم میں کہتا جاتا تھا کہ میرے مرشد نے مجھے نعمت عطا فرمائی۔ حاضرین بارگاہ نے اسے ڈانٹا کہ نادان! یہ تو سرکار محبوب الٰہی نے عطا فرمائی ہے۔ اس پر سرکار محبوب الٰہی نے فرمایا کہ یہ سچ کہتا ہے۔ مرید ہونا اس سے سیکھو۔'' (مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان بریلوی، الملفوظ حصہ اول، ص ۱۲ ملخصاً)

محبوب الٰہی کے جودوکرم کا بیان

امام احمد رضا فرماتے ہیں:-''حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب زربخش ہے حضرت کی بخشش کی یہ حالت تھی کہ بادشاہ کے یہاں سے خوان بڑے بڑے قیمتی جواہرات کے لاکر رکھے گئے۔ ایک صاحب حاضر تھے۔ انہوں نے عرض کی۔ الھدایہ مشترکۃ: ارشاد فرمایا۔ اماتنہا خوشتر! یہ فرما کر سب ان کی دیدیئے۔

بعد وصال محبوب الٰہی سے فیض وامداد

امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان۔ مرزا مہر جان جاناں قدس سرہ کے قول سے سیدنا محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ کے فیض کی

بابت (ان کے وصال کے بعد) اس طرح بیان فرماتے ہیں: سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ بحال زائران مزار خوعنایت بسیار فرمایند۔ (امام احمد رضا حیات الموات فی بیان سماع الاموات، ص ۱۵۳)

حضرت محبوب الٰہی

اور حضرت امام احمد رضا کے اقوال وافکار

(۱) علم وعلماء کے فضائل میں:

حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ''علماء کی مجلس میں اٹھنا بیٹھنا اور اندر ان کی سی خوبیاں پیدا کرنا ہدایت الٰہی ہے تمام جہاں کی چیزیں چھوڑ کر پہلے علم حاصل کرنا چاہیے۔'' جو شخص کسی شیخ یا عالم دین کی بے عزتی کرے وہ دنیا وآخرت مین منافق اور ملعون ہے۔'' (امیر علا سنجری: فوائد الفواد)

امام احمد رضا فرماتے ہیں: عالم دین کے چہرے کو دیکھنا عبادت ہے''۔ (امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ، جلد چہارم ص ۶۱۶) ''عالم دین سے بلا وجہ بغض رکھنے میں خوف کفر ہے اگر چہ اہانت نہ کرے'' اگر چہ بوجہ علم اس کی تعظیم فرض جانتا ہے مگر اپنی کسی دنیوی خصومت کے باعث برکہتا ہے۔ گالی دیتا ہے اور تحقیر کرتا ہے تو سخت فاسق وفاجر ہے اور اگر بے سبب رنج رکھتا ہے تو مریض القلب خبیث الباطن ہے اور اس کے کفر کا اندیشہ ہے''۔ (ایضاً جلد دہم ص ۱۷۵)

(۲) سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے پیدا ہوا ہے:

سیدنا محبوب الٰہی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں'' آفتاب ومہتاب کا نور بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور سے ہے''۔ (امیر علا سنجری: فوائد الفواد)

امام احمد رضا قدس سرہ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور اور مادۂ ایجاد عالم ثابت کیا ہے'' (امام احمد رضا نفی الفئی والقمر التمام)

وہ اپنے اشعار کے توسط سے بھی ان عقائد کا اظہار فرماتے ہیں۔

وہی نور حق وہی ظل رب ہے اسی کا سب ہے اسی سے سب ہے
نہیں اس کی ملک میں آسماں کہ زمیں نہیں کہ زماں نہیں
وہی جلوہ شہر بشہر ہے وہی اصل عالم ودھر ہے
وہی لہر ہے وہی بحر ہے وہی پاٹ ہے وہی دھار ہے

(۳) حرکت فلک کی بابت: سیدنا محبوب الٰہی رضی الرحمٰن عنہ نے فلسفی ظہیر الدین فایابی کو بدعقیدہ کہا ہے۔ اس لئے کہ وہ عقیدہ اہل سنت کو کہ فلک کی حرکت ارادیہ ثابت نہیں ہے کو غلط کہتا ہے۔ (امیر علا سنجری: فوائد الفواد)

امام احمد رضا نے بھی ایسے فلاسفہ کو بدعقیدہ بتایا ہے اور فرماتے ہیں کہ فلک کی حرکت ارادیہ ہونا ثابت نہیں۔ (امام احمد رضا، الکلمۃ الملہمہ، ص ۴۵)

علاوہ ان کے صوفی کی تعریف، عورت پر خاوند کے حقوق اور دوسرے معاملات میں بھی دونوں مجدد دین اسلام کے افکار واقوال میں مماثلت ہے۔ (امام احمد رضا، احکام شریعت)

تبصرہ:۔ حضرت محبوب الٰہی اور حضرت امام احمد رضا دنوں اپنی اپنی صدی کے مجدد ہیں اور امام احمد رضا اور محبوب الٰہی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے افکار واقوال میں مماثلت ہے۔ امام احمد رضا کو حضرت محبوب الٰہی سے عقیدت ومحبت تھی۔ انہوں نے سیدنا محبوب الٰہی کی عظمت وبزرگی کا اظہار بہت ہی عقیدت مندانہ اور حقیقت پسندانہ انداز میں کیا ہے۔

میر عبد الواحد اور امام احمد رضا

سیرت میر عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ العزیز:

حضرت میر عبد الواحد بلگرامی علیہ الرحمہ والرضوان حسینی زیدی سادات میں ہیں۔ بمقام سانڈی ۹۱۲ھ یا ۹۱۵ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ جید عالم دین، صوفی باصفا اور ولی کامل تھے۔ شیخ صفی رضی الرحمٰن سے بیعت تھے جو سلسلۂ چشتیہ کے نامور بزرگ تھے۔ جب علامہ میر عبد الواحد صاحب کی عمر ۱۸ سال کی تھی تو آپ کے مرشد برحق حضرت شیخ صفی پردہ فرما گئے۔ لہٰذا

بقیہ تربیت حضرت شیخ صفی صاحب کے خلیفۂ خاص حضرت شیخ حسین بن محمد بنی اسرائیل رحمہ اللہ علیہما ساکن سکندرہ نے پوری فرمائی اورانہوں نے آپ کوخلافت واجازت مرحمت فرمائی۔ مرشد برحق نے آپ کوسلسلۂ چشتیہ کے علاوہ سلسلۂ قادریہ سہروردیہ میں بھی خلافت سے سرفراز فرمایا تھالیکن آپ سلسلۂ چشتیہ ہی میں بیعت فرماتے تھے۔

آپ نے تقریباً سوسال کی عمر پائی اورنو یادس بادشاہوں کا زمانہ دیکھا جن میں سکندر لودی۔ابراہیم لودی، بابر، ہمایوں، اکبر اور جہانگیر وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

آپ شاعر بھی تھے اور مصنف بھی۔آپ کے شعری ونثری تصانیف کی تعداد قریب پندرہ ہیں۔جن میں۔دیوان ساقی نامہ، شرح گلشن راز، شرح مصطلحات، دیوان حافظ، شرح الکافیہ فی التصوف، حقائق ہندی، شدح غوثیہ، شرح نزہۃ الار واح، اور سبع سنابل قابل ذکر ہیں۔(تاج العلماء علامہ سید محمد میاں مارہروی، اصح التواریخ مخلصاً مختلف صفحات)

کارنامہ تحدید:

حضرت علامہ میر عبدالواحد بلگرامی چشتی قدس سرہ اپنے وہد کی پر بدمذہبی بالخصوص رفض اور تفضیلیت کا شدید رد فرمایا ہے۔طریقت اور تصوف میں جاہل صوفیوں اور بھگتی تحریک کی مشرکانہ وملحدانہ آمیزش کی صفائی کی، بدمذہبی اور نام نہاد صوفیوں کا تعاقب فرمایا اور طریقت وشریعت کے تابع کیا۔آپ نے عقیدہ اہل سنت کی بہت ہی حسن وخوبی سے وضاحت فرمائی ہے۔اوراسی کو اصل مذہب ثبت کیا ہے ان تمام باتوں کی سچائی کے لئے آپ کی مشہور زمانہ کتاب سبع سنابل اور مکتوبات بالخصوص دیکھے جاسکتے ہیں۔

امام احمد رضا اور علامہ عبدالواحد بلگرامی

اما احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز، حضرت میر عبد الواحد بلگرامی رضی اللہ عنہ کے خاندان کے چشم وچراغ خاتم الا کابر سید ناسرکار آل رسول احمدی اضی اللہ عنہ کے مرید اور خلیفہ ہیں۔حضرت میر عبدالواحد بلگرامی کے صاحبزادۂ اکبر حضرت میر عبدالجلیل علیہ الرحمۃ والرضوان بلگرامی سے آکر مارہرہ مطہرہ میں بس گئے تھے۔ آپ نے یہیں وصال بھی فرمایا۔آپ کی اولادیہیں سے پھیلی اور بڑھی اور حضرت صاحب برکت سیدنا شاہ برکت اللہ رضی الرحمن سے سلسلہ قادریہ برکاتیہ کا فروغ ہوا۔ مرشدِ امام احمد رضا علامہ عبدالواحد بلگرامی کے ۷ رویں پشت میں ہیں۔اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کو حضور عبدالواحد بلگرامی رضی الرحمٰن عنہ سے زبردست عقیدت ومحبت تھی۔آپنے حضرت میر عبدالواحد صاحب کی ہی عقیدت میں بلگرام کی شان میں اشعار کہے ہیں۔چند اشعار بطور نمونہ پیش ہیں۔

اللہ اللہ عزو اشان واحترام بلگرام
عبدواحد کے سبب جنت ہے نام بلگرام
ھتا بما استجبت بلدہ کا پاسخ بلگرام
مرکز دین مبیں ٹھہارہے نام بلگرام
لائی ہے اس آفتاب دیں کی تحویل جلیل
ساغر مارہرہ میں صہبائے جام بلگرام
(امام احمد رضا حدائق بخشش حصہ سوم)

سبع سنابل اور علامہ میر عبدالواحد رضی اللہ عنہ کی تعریف وتوصیف

امام احمد رضا سبع سنابل کو بہت ہی معتبر اور لائق عظمت واہمیت کتاب تسلیم کرتے تھے۔آپ سے سوال کیا گیا۔بیعت کے معنی کیا ہیں؟ تو آپنے جواب میں سبع سنابل کا بھی حوالہ دیا۔ فرماتے ہیں:"بیعت کے منی بک جانا۔سبع سنابل شریف میں ہے ایک صاحب کوسزائے موت کا حکم بادشاہ نے دیا۔جلاد نے تلوار کھینچی۔یہ اپنے شیخ کے مزار کے طرف رخ کر کے کھڑے ہوگئے۔جلاد نے کہا اس وقت قبلہ کو ومنہ کرتے ہیں۔فرمایا تو اپنا کام کر میں نے قبلہ کومنہ کرلیا ہے اور ہے بھی یہی بات کہ کعبہ قبلہ ہے جسم کا اور شیخ قبلہ ہے روح کا۔اس کا نام ارادت ہے۔اگر اس طرح صدق عقیدت کیساتھ ایک دروازہ پکڑ لے تو اس کو فیض ضرور آئیگا۔(مفتی اعظم ہند علامہ مصطفی رضا خان بریلوی

،الملفوظ حصہ دوم، ص ۶۳)

امام احمد رضا سے سوال کیا گیا۔ خلفاء ثلثہ رضی اللہ عنہم سے آیا حضرِ علی کرم اللہ افضل تھے یا کم؟ جواب میں تفصیلی بحث کر تے ہوئے نو حدیثوں کے بعد دسویں حدیث حضرت زید رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ ابن امام زین العابدین رضی اللہ عنہ ابن اماعالیمقام سرکار امام حسین رضی اللہ عنہ ہی کے خاندان سے میر عبدالواحد بلگرامی رضی اللہ عنہ اور خانوادہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے پیران عظام کا تعلق ہے اور اسی لئے یہ حضرات نام کے آگے زیدی بھی لگاتے ہیں۔

اب رضا کے جواب کا بقیہ حصہ ملاحظہ فرمائیں:

''یعنی خارجیوں نے اٹھ کران سے بہتری کی جو ابوبکر وعمر سے کم تھے (یعنی عثمان وعلی رضی اللہ عنہم) مگر ابوبکر وعمر کی شام میں کچھ کہنے کی گنجائش نہ پائی اور تم نے ایک کوفیوں! اوپر جست کی کہ ابوبکر وعمر سے تبری کی تو اب کون رہ گیا خدا کی قسم اب کوئی نہ رہا جسپر تم نے تبرا نہ کہا ہو والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔ اللہ اکبر! امام زید شہید رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد مجید ہم غلامان خاندان زید کو بحمدہ اللہ کافی ووافی ہے۔ سید سادات بلگرام حضرت مرجع الفریقین، مجمع الطریقین، بحر طریقت، بقیۃ السلف، حجۃ الخلف، سیدنا ومولانا میر عبدالواحد حسینی زیدی، واسطی بلگرامی قدس اللہ تعالی سرہ السامی نیکتاب مستطاب ''سبع سنابل شریف'' تصنیف فرمائی کہ بارگاہ عالم پناہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم میں موقع قبول عظیم پر واقع ہوئی۔ حضرت دامت برکاتہم کے جد امجد اور اس فقیر کے آقائے نعمت و مولائے اوحد حضرت اسد الواصلین، محبوب العاشقین سیدنا ومولانا حضرت سید شاہ حمزہ حسینی مارہروی قدس سرہ القوی کتاب مستطاب کاشف الاستار شریف' کی ابتداء میں فرماتے ہیں۔

بایددانست کہ درخاندان ماحضرت سند المحققین سید عبدالواحد بلگرامی بسیار صاحب کمال برخاستہ اند، قطب فلک ہدایت، ومرکز دائرہ ولایت بوردر علم صوری ومعنوی فائق واز مشارب اہل تحقیق ذائق، صاحب تصنیف وتالیف است ونسب ایں فقیر بہ چہار واسطہ بذات مبارکہ می پیوندد۔

جاننا چاہیئے کہ ہمارے خاندان میں سند المحققین سید عبدالواحد بلگرامی بہت بڑے صاحب کمال ہوئے ہیں۔ آسمان ہدایت کے قطب، اور دائرۂ ولایت کے مرکز تھے۔ ظاہری ومعنوی علم میں کامل اور اہل تحقیق کے مشرب چشیدہ اور صاحب تصنیف وتالیف تھے۔ اس فقیر کا نسب ان کی ذات مبارکہ تک چار واسطوں سے پہنچتا ہے۔ پھر چند اجزاء کے بعد فرماتے ہیں۔

اشہر تصانیف اوکتاب سبع سنابل است در سلوک و عقائد، حاجی الحرمین سید غلام علی آزاد سلمہ اللہ 'ورماثر الکرام' می نویسد۔ وقتے در شہر رمضان المبارک سنہ خمس وثلثین ومائۃ الف مولف اوراق در دار الخلافہ شہجہاں آباد خدمت شاہ کلیم اللہ چشتی قدس سرہ را زیارت کردو ذکر میر عبدالواحد قدس سرہ درامیان آمد۔ شیخ مناقب وماثر میر تادیر بیان کردہ فرمودہ شبے در مدینہ منورہ پہول بربستر خواب کز اشتیم۔ درواقعہ می بینم کہ من وسید صبغۃ اللہ بروجی معاد رمجلس اقدس صلی اللہ علیہ وسلم باریاب شدیم جمع فیہ از صحابہ کرام واولیائے امت حاضر اند درینہا شخصے است کہ حضرتت باولب بہ تبسم شریں کردہ حرفہا می زنند و التفائے تمام دارند چوں مجلس آخر شد از سید صبغۃ اللہ استفسار کردم کہ ایں شخص کیست کہ حضرت باو التفات بایں مرتبہ دارند گفت میر عبدالواحد بلگرامی ب باعث مزید احترام او ایں ست کہ ''سبع سنابل'' تصنیف او در جناب رسالت پنا صلی اللہ علیہ وسلم مقبول افتادہ انتہی کلامہ، انتہی مقالہ، الشریف بلفظہ المنیف قدس سرہ الطیف۔

سلوک وعقائد میں آپ کی مشہور ترین تصنیف ''سبع سنابل شریف ہے'' حاجی الحرمین سید غلام آزاد علی بلگرامی ''ماثر الکرام'' میں لکھتے ہیں کہ ایک دفعہ رمضان المبارک ۱۰۳۵ھ میں مولف اوراق (سید ازاد بلگرامی) دار الخلافہ شاہجہاں آباد میں حضرت شاہ

کلیم اللہ چشتی قدس سرہ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا۔ حضرت شیخ دیر تک میر عبدالواحد کے فضائل و مناقب بیان فرماتے رہیں۔ فرمایا: ایک رات مدینہ طیبہ میں آرام کر رہا تھا کیا دیکھتا ہوں کہ میں اور سید صبغۃ اللہ دربار رسالت مے باریاب ہیں۔ صحابہ کرام اور اولیاء عظام کی ایک جماعت حاضر بارگاہ ہے۔ انمیں سے ایک شخص کے ساتھ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم تبسم فرماتے ہوئے گفتگو فرما رہے ہیں اور خوب توجہ فرما رہے ہیں۔ جب مجلس ختم ہوئی تو میں نے سید صبغۃ اللہ سے وچھا یہ شخص کون ہیں جن کی طرف حضرت اقدس اس قدر توجہ فرما رہے ہیں؟ انہوں نے بیایایہ سید عبدالواحد بلگرامی ہیں ان کے اعزاز کیوجہ یہ ہے کہ ان کی تصنیف ''سبع سنابل شریف'' دربار رسالت میں مقبول ہو چکی ہے۔

حضرت میر قدس سرہ المنیر نے اس کتاب مقبول و مبارک میں مسئلہ تفصیل بکمال تفصیل و تاکیف جمیل و تہدید جلیل ارشاد فرمایا'' (امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ)

امام احمد رضا قدس سرہ نے سبع سنابل شریف سے فارسی عبارت پیش کرنے کے بعد اردو ترجمہ بھی پیش فرمایا ہے۔

سبع سنابل کی یہ عبارت (اردو ترجمہ از امام احمد رضا) جو خارجی رافضی دنوں کے رد میں ہے۔ امام احمد رضا تحریر فرماتے ہیں: ''مخدوم قاضی شہاب الدین نے لیسیر الحکام میں لکھا ہے کہ کوئی ولی کسی بنی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتا کیونکہ حضرت امیر المومنین حضرت ابوبکر صدیق از روئے حدیث انبیاء کے بعد تمام اولیاء سے افضل ہیں اور وہ کسی پیغمبر کے مقام کو نہ پہنچ سے ان کے بعد امیر المومنین عمر بن خطاب ان کے بعد امیر المومنین عثمان بن عفان اور ان کے بعد امیر المومنین علی بن ابی طالب ہیں۔ رضی اللہ عنہم اجمعین۔ جو شخص امیر المومنین علی کو خلیفہ نہ جانے وہ خارجی ہے اور شخص انہیں ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالی عنہما پر فضیلت دے وہ رافضی ہے'' (امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ)

اسی طرح حضرت امام احمد رضا سبع سنابل شریف سے حوالہ دیتے ہوئے سوال کا جواب دیتے ہیں۔ آخر میں لکھتے ہیں: حضرت میر قدس سرہ المنیر نے یہ بحث پانچ ورق سے زائد میں افادہ فرمائی ہے۔ من طلب الزیادۃ فلیرجع الیہ۔

الحمدللہ یہ عقیدہ ہے کہ اہل سنت و جماعت اور ہم غلامان درودمان زبد شہید کا۔ واللہ تعالی اعلم'' (امام احمد رضا فتاویٰ رضویہ)

تبصرہ

امام احمد رضا حضرت علامہ میر عبدالواحد چشتی رضی اللہ تعالی عنہ ہی کی اولاد سے بیعت ہیں۔ انہیں کے خلیفہ بھی ہیں، اس لئے بھی اور حضرت میر صاحب قدس سرہ المنیر کے علم ولایت و کرامت، عقائد اہل سنت کی روشن وضاحت وغیرہ کرنے کے انہیں کے باعث انہیں حضرت عبدالواحد بلگرامی سے زبردست عقیدت تھی اور وہ ان کی عظمتوں کے قائل تھے۔ سبع سنابل کی توصیف کرنا، اس کا حوالہ دینا۔ حضرت میر صاحب رضی الرحمن کے لئے۔

مرجع الفریقین، مجمع الطریقین، حَبر شریعت، بحر طریقت۔ جیسے القاب لکھنا اور انہیں کے عقیدہ کو اپنا اور اہل سنت کا عقیدہ تسلیم کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ امام احمد رضا اور ان کے عقائد و مسالک اور افکار و نظریات (شریعت و طریقت میں) ایک ہی ہیں۔

خلاصۂ کلام

سلسلۂ چشتیہ کے چار ہندوستانی مجددین اسلام میں ۱۴ویں صدی ہجری کے مجدد اعلی حضرت امام احمد رضا کے تعلق سے تین صاحبان علم و فضل و ولایت و کرامت۔

(۱) سیدنا خواجہ معین الدین حسن چشتی۔ غریب النواز
(۲) سیدنا خواجہ نظام الدین اولیاء، محبوب الٰہی دہلوی
(۳) سیدنا علامہ میر عبدالواحد بلگرامی چشتی۔ رحمۃ اللہ تعالی علیہم

کا ذکر کیا گیا، امام احمد رضا نے ان تینوں چشتی مجددین اسلام کی عظمت، بزرگی اور ولایت وغیرہ کا بہت ہی نیازمندانہ اور حقیقت پسندانہ اظہار کیا ہے۔ تینوں صاحبان عظمت اور اعلیحضرت امام احمد رضا کے عقائد و مسالک اور تصوف و طریقت میں افکار و نظریات میں ایک ہی ہیں۔

****

تکفیرِ دیابنہ کے حوالے سے ایک مغالطہ کا جواب

میثم عباس قادری رضوی

یہ مختصر تحریر ہندوستان کے صلح کلی گروہ کے قلم کار جناب ذیشان مصباحی صاحب کی ایک گمراہ کن پوسٹ کے جواب میں بعجلت لکھی جارہی ہے۔ پوسٹ کا جواب لکھنے سے قبل ذیشان مصباحی صاحب کا مختصر فکری تعارف پیش ہے۔ یہ موصوف اہلِ سنت و جماعت ، بریلی مخالف گروہ سے تعلق رکھتے ہیں، فتنۂ رواں صدی طاہر القادری کو "شیخ الاسلام" مانتے ہیں۔ یکم مارچ ۲۰۱۷ء کو غدارِ اہلِ سنت نوشاد عالم چشتی نے اپنی فیس بک پوسٹ میں اعلیٰ حضرت اور آپ کے والدِ گرامی حضرت علامہ مولانا نقی علی خان بریلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے حوالے سے اہلِ سنت پر وہ اعتراض کیا جو دیوبندی کرتے ہیں اور بُغضِ باطن کی وجہ سے اہلِ سنت و جماعت، بریلوی کو "رضاخانی" بھی لکھا۔ نوشاد عالم چشتی کی اس پوسٹ پر جناب ذیشان مصباحی صاحب اس کی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"چشتی صاحب، علمی تنقید اور تخلیقات کی قدروں کا تعین اچھی چیز ہے، لیکن یہ عمل اگر تعصّبات اور عقیدتوں کے غلاف میں ہو تو سوائے تنگیٔ نظر اور تضلیل و تکفیر کے، علم و تحقیق کا اُجالا نہیں آسکتا۔ آپ اس طرح کے نادرات پیش کرتے رہیے، اس کا مثبت فائدہ یہ ہوگا کہ نئی نسل مطالعات و تحقیقات میں غلو فی العقیدۃ، یک رُخا پن اور تعصّبات کے امراض سے محفوظ ہوگی اور اس کے اندر فرقہ پرستی کے جراثیم کی بجائے علم و تحقیق کا مزاج پیدا ہوگا"۔

اس اقتباس میں موصوف نے جہاں اہلِ سنت کے معاند نوشاد عالم چشتی کی حوصلہ افزائی کی ہے، وہاں اہلِ سنت و جماعت کے خلاف اپنے بُغض کا اظہار بھی کیا ہے، موصوف کے اس تبصرے سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں کہ یہ درحقیقت سیدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سُنّت مجددِ دین و ملت علامہ مولانا مفتی الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے بھی بُغض رکھتے ہیں۔ ذیشان مصباحی صاحب، ہندوستان کے صلح کلیوں کے ایک گروہ کے مربی و سرپرست جناب ابوسعید احسان اللہ صفوی المعروف ابومیاں کے غالی عقیدت مند ہیں، جن کے مریدین ان کو سجدۂ تعظیمی کرتے ہیں، یوٹیوب/youtube پر abbu mian ke mureed sajda karte hain لکھ کر ویڈیو دیکھ سکتے ہیں، جس میں لوگ ابومیاں (ابوسعید احسان اللہ صفوی) کے قدموں میں سجدہ کر رہے ہیں لیکن موصوف "ابومیاں" اس سے منع نہیں کرتے۔ ان کے اعتزالی نظریات کا محاسبہ قاطع بدمذہبیت حضرت مولانا مفتی راحت خان قادری مدظلہ العالی نے اپنی کتاب "حجابِ تصوف میں بھیانک چہرہ" (مطبوعہ المکتب النور، شکار پور چودھری، ایئر فورس گیٹ، عزت نگر، بریلی شریف) میں کیا ہے، اسے ملاحظہ فرمائیں۔ یہ سطور ذیشان مصباحی صاحب کے مختصر فکری تعارف کے لیے نقل کی گئی ہیں۔ اب اصل بات کی طرف آیئے، بات کا پسِ منظر کچھ یوں ہے کہ ماہِ فروری ۲۰۱۷ء کے اواخر میں ذیشان مصباحی صاحب نے "فتاوی رضویہ" کا ایک اقتباس فیس بک پر دیا، اقتباس ملاحظہ کریں:

"جانِ برادر! یہ پوچھتا ہے کہ ان کا یہ عقیدہ کیسا ہے اور ان کے پیچھے نماز کا کیا حکم ہے، یہ پوچھ کہ امام و ماموم پر ایک جماعتِ ائمہ کے نزدیک کتنی وجہ سے کفر آتا ہے۔ حاش للہ حاش للہ ہزار ہزار بار حاش للہ میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا، ان مقتدیوں یعنی مدعیانِ جدید کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ ان کی بدعت و ضلالت میں شک نہیں

اور امام الطائفہ کے کفر پر بھی ہم حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے اہل لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے، جب تک وہ وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن وجلی نہ ہوجائے اور حکم اسلام کے لئے کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی نہ رہے فَاِنَّ الْاِسْلَامَ یَعْلُوْ وَ لَا یُعْلٰی (اسلام غالب ہے مغلوب نہیں۔ت) مگر یہ کہتا ہوں اور بیشک کہتا ہوں کہ بلا ریب ان تابع ومتبوع سب پر ایک گروہ علما کے مذہب میں بوجہ کثیرہ کفر لازم"

(فتاوی رضویہ جلد ۱۵ صفحہ ۷۹)

جب راقم نے ذیشان صاحب کی یہ پوسٹ دیکھی تو لکھا:

"ذیشان مصباحی صاحب! آپ کا پیش کردہ یہ اقتباس "حسام الحرمین" سے کئی سال پہلے لکھی گئی کتاب "سُبْحَانَ السُّبُّوْح" کا ہے۔ جب کہ اس کے بعد "حسام الحرمین" اور "تمہید ایمان" میں ان دیابنہ کی (قطعی) تکفیر کی گئی ہے۔ بعد والے موقف کو چھوڑ کر پہلے والا موقف نقل کرنے کا کیا مقصد ہے؟"

اس کے جواب میں ذیشان صاحب نے لکھا:

"اس کے بہت سے مقاصد ہیں جو سب کو سمجھ میں آ جائیں ضروری نہیں۔ البتہ آپ کے ذہن میں جو اہم پہلو اس اقتباس کی وجہ سے چھوٹ رہا ہے آپ دوسرا اقتباس دے کر اس کی تکمیل کرلیں۔ اور اگر اس سے بھی آپ کا جی نہ بھرے تو ایک مقالہ لکھ کر اس رسالے کی منسوخیت کا اعلان کردیں۔ اور اگر اس سے بھی تسلی نہ ہو تو "فتاوی رضویہ" سے اس رسالے کو خارج کرانے کی تحریک چلائیں۔ اور ایک بات افہام وتحقیق کا ہر شخص کو حق ہے البتہ داروغہ گیری نہ میں کرتا ہوں اور نہ کسی کی داروغہ گیری مجھے پسند ہے"

قارئین! آپ نے ذیشان مصباحی صاحب کی پوسٹ، اس پر رقم کا تبصرہ اور اس تبصرے کا موصوف کی طرف سے دیا گیا جواب ملاحظہ کیا۔ بجائے اس کے کہ یہ موصوف دیابنہ کے حوالے سے اعلیٰ حضرت کے "ابتدائی موقف کو نقل کرنے" اور "بعد والے راجح موقف کو بیان نہ کرنے کے" بارے میں کوئی معقول وضاحت کرتے، اُلٹا وضاحت طلب کرنے کو "داروغہ گیری" قرار دے دیا اور طنز کرتے ہوئے "سُبْحَانَ السُّبُّوْح" کو "فتاوی رضویہ" سے نکلوانے کی بات کردی۔ پوسٹ کرنے کے بعد اگلے دن ذیشان صاحب کی اس پوسٹ پر مزید کچھ لکھنا چاہا تو معلوم ہوا کہ موصوف نے اپنی وہ پوسٹ ڈیلیٹ کردی ہے، یہ بھی ان کے لیے اس لحاظ سے اچھا ہوا کہ اپنی اس پوسٹ کی وجہ سے فیس بک پر مزید رُسوا ہونے سے بچ گئے۔

بہرحال راقم کے استفسار کے جواب میں موصوف نے جو جواب دیا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ چاہتے ہیں ہم جس طرح چاہیں حقائق کا خون کریں، "فتاوی رضویہ" کا نام لے کر جس طرح چاہیں کھلواڑ کریں، کوئی ہمیں کچھ نہ کہے۔ یہ وہی ذیشان مصباحی صاحب ہیں جو دوسروں کو توسع، برداشت اور تصوف کا درس دیتے نہیں تھکتے، لیکن جب اپنی باری آتی ہے تو جس رویہ کو متشددانہ کہتے ہیں اسے اپنانے میں دیر نہیں کرتے۔ ذیشان مصباحی صاحب کی قبیل کے جتنے افراد سے میرا واسطہ پڑا ہے میں نے یہی دیکھا ہے کہ دوسروں کو متشدد اور خود کو معتدل سمجھنے والے ایسے افراد خود اپنے اعتزالی نظریات میں بہت متشدد پائے گئے ہیں، فریقین میں فرق صرف نظریات کا ہی ہوتا ہے، جسے یہ تشدد کہتے ہیں وہ ان کے ہاں بھی کسی "بڑے سے بڑے متشدد" سے کم نہیں ہوتا، ان کا متشددانہ رویہ ان کے فکری توسع کو جھٹلا رہا ہوتا ہے۔ ذیشان صاحب کو چاہیے کہ جس طرح موصوف نے دیابنہ کے بارے میں پوسٹ کی ہے اور ان کے بارے میں اعلیٰ حضرت کا ابتدائی موقف عدم تکفیر تو نقل کیا ہے، لیکن دیابنہ کی قطعی تکفیر پر مشتمل بعد والا موقف نقل نہیں کیا۔ بالکل اسی طرح کی ایک پوسٹ مرزا قادیانی کے متعلق بھی کردیں کیونکہ ابتدا میں علمائے اہل سنت نے اس کی قطعی تکفیر نہ فرمائی جب اس کے کفریات کا قطعی علم ہوا اس کی تکفیر فرمائی۔ اس بات کا ذکر "تمہید ایمان" کے حواشی میں بھی ہے، جو آپ آگے ملاحظہ کریں گے۔

جیسا کہ پہلے بیان کرچکا ہوں کہ ذیشان صاحب نے وہ اقتباس سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلِ سُنّت مجدد دین وملت علامہ مولانا مفتی الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی کی کتاب "سُبْحَانَ السُّبُّوْح" "مشمولہ" فتاوی رضویہ" سے نقل کیا تھا، سطورِ آئندہ میں اُس کی وضاحت پیش ہے۔ جس طرح صلح کلی گروہ اعلیٰ حضرت کے متبعین ومحبین اہلِ سنت وجماعت کو تکفیری اور متشدد قرار دیتے ہیں بالکل اسی طرح دیابنہ وہابیہ

بھی سیدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سُنّت مجدد دِین وملت علامہ مولانا مفتی الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رَحْمَۃُاللّٰہِ تعَالٰی عَلَیْہ کو تکفیری اور متشدد کہتے ہیں، مخالفین کی جانب سے بے جا تکفیر کے اِس الزام کا جواب اعلیٰ حضرت نے اپنی کتاب ''تمہید ایمان'' میں دیا ہے، اس جواب میں اعلیٰ حضرت نے (۱۳۰۷ ہجری میں لکھی گئی) کتاب ''سُبحَانَ السُّبوُح'' میں اُس وقت اکابرِ دیابنہ کی تکفیر نہ کرنے کی وجہ بھی بیان کی ہے، اور پھر ۱۳۲۰ ہجری میں اکابرِ دیوبند کی قطعی تکفیر کرنے کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ اس جواب سے منتخب کیے گئے تین اقتباسات ملاحظہ کریں۔

(۱) ''تمہید ایمان'' کا پہلا اقتباس، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''خامساً: اسمٰعیل دہلوی کو بھی جانے دیجئے، یہی دُشنامی لوگ، جن کے کفر پر اب فتوی دیا ہے جب تک ان کی صَرِیح دشنامیوں پر اطلاع نہ تھی، مسئلۂ امکانِ کذب کے باعث ان پر اٹھتر ۷۸ وجہ سے لزومِ کفر ثابت کرکے ''سُبحَانَ السُّبوُح'' میں بالآخر صفحہ ۸۰ طبع اوّل پر یہی لکھا کہ: ''حاش اللہ حاش اللہِ ہزار ہزار بار حاش اللہ، میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا، ان مقتدیوں یعنی مُدَّعِیانِ جدید (گنگوہی وانبیٹھی اور اُن کے اذناب دیوبندی۔ ۱۲ کاتب عُفِی عَنْہ) کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ اُن کی بدعت وضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم نے اہلِ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہِ کفر، آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکمِ اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔ فَاِنَّ الْاِسلَامَ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی''

(تمہید ایمان مع خلاصہ فوائدِ فتاویٰ صفحہ ۴۳ مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت، واقع بریلی)

(ضروری نوٹ: اس اقتباس میں ''مدعیانِ جدید'' کے ساتھ قوسین میں درج وضاحت خلیفۂ اعلیٰ حضرت، صدر الشریعہ حضرت علامہ مولانا امجد علی اعظمی رَحْمَۃُاللّٰہِ تعَالٰی عَلَیْہ کے اہتمام سے شائع ہونے والی ''تمہیدِ ایمان'' کی قدیم طباعت، بارِ دُوم میں حاشیہ پر درج تھی، راقم نے اس کو متن میں شامل کر دیا ہے)

''تمہیدِ ایمان'' کے پیش کیے گئے اس اقتباس میں اعلیٰ حضرت نے فرمایا ہے کہ ''سُبحَانَ السُّبوُح'' کی تالیف کے وقت آپ کو اکابرِ دیوبند کی صریح گستاخیوں پر اطلاع نہیں تھی، مسئلۂ امکانِ کذب کے باعث ۷۸ وجوہ سے لزومِ کفر ثابت کرکے اکابرِ دیوبند کو گمراہ وبدعتی قرار دیا، لیکن ان کی قطعی تکفیر نہ فرمائی۔ بعد میں جب ان کی صریح گستاخیوں پر اطلاع ہوئی تو ''المعتمد المستند''، ''حسام الحرمین''، ''تمہیدایمان'' اور دیگر تحریرات میں ان کی قطعی تکفیر فرمائی۔ ثابت ہوا کہ ''سُبحَانَ السُّبوُح'' میں درج اکابرِ دیوبند کی نسبت اعلیٰ حضرت کا مؤقف بعد والے مؤقف کے مقابل مرجوح ہے۔

(۲) ''تمہیدِ ایمان'' کا دوسرا اقتباس، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''مسلمانو! یہ روشن، ظاہر، واضح، قاہر عبارات تمہارے پیشِ نظر ہیں، جنہیں چھپے ہوئے دس دس اور بعض کو سترہ اور تصنیف کو اُنیس سال ہوئے، اور ان دُشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے جب سے ''المعتمد المستند'' چھپی۔ ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ ورسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو، یہ عبارتیں فقط اُن مُفتَریوں کا افترا ہی رَدّ نہیں کرتیں بلکہ صراحۃً صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی، واضح، روشن، جلی طور سے اُن کا صَرِیح کُفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہو لیا، جس میں اصلاً، اصلاً، ہرگز، ہرگز کوئی گنجائش، کوئی تاویل نہ نکل سکی''

(تمہید ایمان مع خلاصہ فوائدِ فتاوی صفحہ ۴۴ مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت، واقع بریلی)

اس اقتباس میں بھی اعلیٰ حضرت نے یہی وضاحت فرمائی ہے کہ جب تک اکابرِ دیوبند کا کفر یقینی، قطعی طور پر واضح نہ ہوا، آپ نے تکفیر نہ فرمائی، لیکن جب ان کا کفر روشن ہو گیا تو قطعی تکفیر فرمادی۔

(۳) ''تمہیدِ ایمان'' کا تیسرا اقتباس، اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو خود ان دُشنامیوں کی نسبت (جب تک ان کی دُشنامیوں پر اطلاعِ یقینی نہ ہوئی

تھی) اُٹھتر وجہ سے بحکمِ فقہائے کِرام لزومِ کفر کا ثبوت دے کر یہی لکھ چکا تھا کہ "ہزار ہزار بار حاش لِلّٰہ، میں ہر گز انکی تکفیر پسند نہیں کرتا"۔ جب کیا اُن سے کوئی ملاپ تھا اب رنجش ہوگئی؟ جب اُن سے جائیداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوئی؟ حاش لِلّٰہ مُسلمانوں کا علاقہ محبّت وعداوت ،صرف محبّت وعداوتِ خدا اور رَسُول ہے، جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر (۱) نہ ہوئی یا اللہ ورَسُول کی جناب میں ان کی دشنام (۲) نہ دیکھی سُنی تھی، اُس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا، غایت احتیاط سے کام لیا حتیٰ کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطاً اُن کا ساتھ نہ دیا اور متکلمینِ عظام کا مسلک اختیار کیا۔ جب صاف صَریح انکارِ ضروریاتِ دین ودشنام دہی ربّ العٰلمین وسید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم اجمعین آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمۂ دین کی تصریحیں سُن چکے کہ مَن شَکَّ فِی عَذَابِہٖ وَ کُفرِہٖ فَقَد کَفَرَ "جو ایسے کے معذّب وکافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے"۔ اپنا اور اپنے بھائیوں عوامِ اہلِ اسلام کا ایمان بچانا ضروری تھا، لاجرم حکمِ کفر دیا اور شائع کیا۔ وَ ذٰلِکَ جَزَاءُ الظّٰلِمِینَ۔"

(تمہیدِ ایمان مع خلاصہ فوائدِ فتاویٰ صفحہ ۴۴، ۴۵ مطبوعہ مطبع اہل سنت وجماعت، واقع بریلی)

"تمہیدِ ایمان" کے اس اقتباس کے دو مقامات پر بارِ دُوم میں حواشی درج تھے، وہ بھی ملاحظہ فرمائیں:

(۱) جیسے تھانوی صاحب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی جناب میں ان کی سخت گالی ۱۳۱۹ھ میں چھپی، اس سے پہلے اپنے آپ کو سُنّی ظاہر کرتے بلکہ ایک وقت وہ تھا کہ مجلسِ میلادِ مبارک وقیام میں شریکِ اہلِ اسلام ہوتے۔ ۱۲ کاتب عُفِیَ عَنْہ

(۲) جیسے گنگوہی صاحب وانبیٹھی صاحب کہ ان کے اتنے قول کی نسبت میرٹھ سے سوال آیا تھا کہ خدا جھوٹا ہوسکتا ہے۔ اُس کے بعد معلوم ہوا کہ شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علم سے زیادہ بتاتے ہیں۔ پھر گنگوہی صاحب کا وہ فتویٰ کہ خدا جھوٹا ہے جو اُسے جھوٹا کہے مسلمان سنّی صالح ہے۔ جب چھپا نظر سے گزرا، کمال احتیاط یہ کہ دوسروں کا چھپوایا ہوا تھا اُس پر وہ تیقن نہ کیا جس کی بنا پر تکفیر ہو، جب وہ اصلی فتویٰ گنگوہی صاحب کا مُہری دستخطی خود آنکھوں سے دیکھا اور بار بار چھپنے پر بھی گنگوہی صاحب نے سکوت کیا تو اُس کے صدق پر اعتبار کافی ہوا۔ یونہی قادیانی دجال کی کتابیں جب تک آپ نہ دیکھیں اُس کی تکفیر پر جزم (یقین) نہ کیا، جب تک صرف مہدی یا مثیلِ مسیح بننے کی خبر سُنی تھی، جس نے دریافت کیا اتنا ہی کہا کہ کوئی مجنون معلوم ہوتا ہے۔ پھر جب امرتسر سے ایک فتویٰ اُس کی تکفیر کا آیا جس میں اُس کی کفریہ عبارتیں بحوالہ صفحات منقول تھیں۔ اُس پر بھی اتنا لکھا کہ "اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو وہ یقینا کافر"۔ دیکھو رسالہ "السوء والعقاب علی المسیح الکذاب" صفحہ ۱۸۔ ہاں جب اُس کی کتابیں بچشمِ خود دیکھیں اُس کے کافر مُرتد ہونے کا قطعی حکم دیا۔ ۱۲ کاتب عُفِیَ عَنْہ"

"تمہیدِ ایمان" کے اس اقتباس سے بھی ثابت ہوا کہ اعلیٰ حضرت کو جب تک اکابرِ دیوبند کی تحریر کردہ گستاخانہ عبارات کا علم نہ تھا، آپ نے ان کی تکفیر نہ فرمائی لیکن جب آپ کو ان کی گستاخانہ عبارات کا علم ہوا تو آپ نے اُن کی قطعی تکفیر فرمائی۔ لہٰذا آج اگر کوئی ذیشان مصباحی جیسا شخص "سُبحَانَ السُّبُّوح" سے دیابنہ کی عدمِ تکفیر کا موقف تو نقل کرتا ہے لیکن "المعتمد المستند" (یا) "حسام الحرمین" (یا) "تمہیدِ ایمان" (یا) اعلیٰ حضرت کی دیگر تحریرات سے دیابنہ کی قطعی تکفیر پر مشتمل موقف نقل نہیں کرتا تو اس سے صاف طور پر پتہ چلتا ہے کہ وہ شخص دجل کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے اہلِ سنت کو محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ النبی الامین، صلی اللہ علیہ وسلم۔

"تمہیدِ ایمان" میں بے جا الزامِ تکفیر کے جواب میں سیدی اعلیٰ حضرت امامِ اہلِ سنّت مجددِ دین وملت علامہ مولانا مفتی الشاہ احمد رضا خان فاضلِ بریلوی رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے "مکرِ پنجم" کے تحت مخالفین کا مکر بیان کر کے جو جواب دیا ہے، وہ ملاحظہ فرمائیں:

"اب خدا اور رَسُول کو گالیاں دینے والوں کے کفر پر پردہ ڈالنے کا آخری حیلہ یہی رہ گیا ہے کہ کسی طرح عوام بھائیوں کے ذہن میں جم جائے کہ علمائے اہل سنّت یونہی بلاوجہ لوگوں

کو کافر کہہ دیا کرتے ہیں۔ ایسا ہی ان دشنامیوں کو بھی کہہ دیا ہوگا۔ مسلمانو! اُن مفتریوں کے پاس ثبوت کہاں سے آیا؟ کہ من گھڑت کا ثبوت ہی کیا۔ وَاَنَّ اللّٰہَ لَایَھْدِیْ کَیْدَ الْخَائِنِیْنَ اُن کا ادّعائے باطل تو اسی قدر سے باطل ہوگیا۔ تمہارا رب عَزَّوَجَلَّ فرماتا ہے: قُلْ ھَاتُوْا بُرْھَانَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ''لاؤ اپنی بُرھان اگر سچے ہو''۔ اس سے زیادہ کی ہمیں حاجت نہ تھی مگر بفضلہ تعالیٰ ہم اُن کی کذّابی کا وہ روشن ثبوت دیں کہ ہر مسلمان پر اُن کا مُفتری ہونا آفتاب سے زیادہ ظاہر ہوجائے۔ ثبوت بھی بِحَمدِاللّٰہ تعالیٰ تحریری، وہ بھی چھپا ہوا، وہ بھی نہ آج کا، بلکہ سالہا سال کا، جن جن کی تکفیر کا اتّہام علمائے اہلِ سنّت پر رکھا، اُن میں سب سے زیادہ گنجائش اگران صاحبوں کو ملتی تو اسمٰعیل دہلوی میں کہ بیشک علمائے اہلسنت نے اُس کے کلام میں بکثرت کلماتِ کُفریہ ثابت کئے اور شائع فرمائے، بایں ہمہ

اولاً: ''سُبْحَانَ السُّبُّوْحِ عَنْ عَیْبِ کِذْبٍ مَقْبُوْحٍ'' دیکھئے کہ بارِاوّل ۱۳۰۹ھ میں لکھنؤ ''مطبع انوارِ محمدی'' میں چھپا، جس میں بدلائلِ قاہرہ دہلوی مذکور اور اس کے اتباع پر پچھتر وجہ سے لزومِ کُفر ثابت کرکے صفحہ ۹۰ پر حکمِ اخیر یہی لکھا کہ ''علمائے محتاطین انہیں کافر نہ کہیں یہی صَوَاب ہے وَھُوَ الْجَوَابُ وَبِہٖ یُفْتٰی وَعَلَیْہِ الْفَتْوٰی وَھُوَ الْمَذْھَبُ وَعَلَیْہِ الْاِعْتِمَادُ وَفِیْہِ السَّلَامَۃُ وَفِیْہِ السَّدَادُ'' یعنی'' یہی جواب ہے اور اسی پر فتویٰ ہوا اور اسی پر فتویٰ ہے اور یہی ہمارا مذہب اور اسی پر اعتماد اور اسی میں سلامت اور اسی میں استقامت''۔

ثانیاً: ''اَلْکَوْکَبَۃُ الشِّھَابِیَّۃُ فِیْ کُفْرِیَاتِ اَبِی الْوَھَابِیَّۃِ'' دیکھئے، جو خاص اسمٰعیل دہلوی اور اُس کے متبعین ہی کے رد میں تصنیف ہوا، اور بارِاوّل شعبان ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد مطبع تحفہ حنفیہ میں چھپا۔ جس میں نصوصِ جلیلۂ قرآنِ مجید و احادیث صحیحہ و تصریحاتِ ائمہ سے، بحوالہ صفحات کتبِ معتمدہ اُس پر ستر ۷۰ وجہ بلکہ زائد سے لزومِ کُفر ثابت کیا اور بالآخر یہی لکھا صفحہ ۶۲: ''ہمارے نزدیک مقامِ احتیاط میں اِکفار (یعنی کافر کہنے سے) کفِّ لسان (زبان روکنا) ماخوذ و مختار ومناسب، واللّٰہ سُبْحَانَہٗ تَعَالٰی اَعْلَمُ''۔

ثالثاً: ''سل السیوف الہندیہ علیٰ کفریات بابا النجدیہ'' دیکھیے کہ صفر ۱۳۱۶ھ میں عظیم آباد میں چھپا، اُس میں اسمٰعیل دہلوی اور اُس کے متبعین پر بوجوہِ قاہرہ لزومِ کفر کا ثبوت دے کر صفحہ ۲۱، ۲۲ پر لکھا: ''یہ حکمِ فقہی متعلق بہ کلماتِ سفہی تھا مگر اللہ تعالیٰ عزّوجلّ کی بے شمار رحمتیں، بے حد برکتیں، ہمارے علمائے کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے۔ اس طائفہ کے پیر سے بات بات پر سچے مسلمانوں کی نسبت حکمِ کفر و شرک سنتے ہیں، بایں ہمہ نہ شدتِ غضب دامنِ احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے، نہ قوتِ انتقام حرکت میں آتی، وہ اب تک یہی تحقیق فرما رہے ہیں کہ لزوم و التزام میں فرق ہے۔ اقوال کا کلمۂ کفر ہونا اور بات، اور قائل کو کافر مان لینا اور بات، ہم احتیاط برتیں گے، سکوت کریں گے، جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکمِ کفر جاری کرتے ڈریں گے، اھ مختصراً''۔

رابعاً: ''اِزَالَۃُ الْعَارِ بِحَجْرِ الْکَرَائِمِ عَنْ کِلَابِ النَّارِ'' دیکھئے کہ بارِاوّل ۱۳۱۷ھ کو عظیم آباد میں چھپا، اُس میں صفحہ ۱۰ پر لکھا: ''ہم اس باب میں قولِ متکلمین اختیار کرتے ہیں، ان میں جو کسی ضروری دین کا مُنکِر نہیں، نہ ضروری دین کے کسی مُنکِر کو مسلمان کہتا ہے اُسے کافر نہیں کہتے''۔

خامساً: اسمٰعیل دہلوی کو بھی جانے دیجئے، یہی دُشنامی لوگ، جن کے کفر پر اب فتویٰ دیا ہے جب تک ان کی صریح دشنامیوں پر اطلاع نہ تھی، مسئلۂ امکانِ کذب کے باعث ان پر اٹھتر ۷۸ وجہ سے لزومِ کفر ثابت کرکے ''سُبْحَانَ السُّبُّوْحِ'' میں بالآخر صفحہ ۸۰ طبع اوّل پر یہی لکھا کہ: ''حاش للہ حاش للہ ہزار ہزار بار حاش للہ، میں ہرگز ان کی تکفیر پسند نہیں کرتا، ان مقتدیوں یعنی مدّعیانِ جدید (گنگوہی و انبیٹھی اور اُن کے اذناب دیوبندی۔ ۱۲ کاتب عُفِیَ عَنْہ) کو تو ابھی تک مسلمان ہی جانتا ہوں اگرچہ اُن کی بدعت وضلالت میں شک نہیں اور امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا کہ ہمیں ہمارے نبی صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اہلِ لا الٰہ الا اللّٰہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہِ کفر، آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکمِ اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ رہے۔ فَاِنَّ الْاِسْلَامَ یَعْلُوْ وَلَا یُعْلٰی۔ مسلمانو! مسلمانو! تمہیں اپنا دین و ایمان اور روزِ قیامت وحضورِ بارگاہِ رحمٰن یاد دِلا کر استفسار ہے کہ جس بندۂ خدا کی دربارۂ تکفیر یہ شدید احتیاط،

یہ جلیل تصریحات اُس پر تکفیر، تکفیر کا افترا کتنی بے حیائی، کیسا ظلم، کتنی گھنونی، ناپاک بات۔ مگر محمد رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم فرماتے ہیں اور وہ جو کچھ فرماتے ہیں قطعاً حق فرماتے ہیں: ہیں اِذَا لَمْ تَسْتَحِ فَاصْنَعْ مَاشِئْتَ ''جب تجھے حیا نہ رہے تو جو چاہے کر''

بے حیا باش و آنچہ خواہی کن

مسلمانو! یہ روشن، ظاہر، واضح، قاہر عبارات تمہارے پیشِ نظر ہیں، جنہیں چھپے ہوئے دس دس اور بعض کو سترہ اور تصنیف کو اُنیس سال ہوئے، اوران دُشنامیوں کی تکفیر تو اب چھ سال یعنی ۱۳۲۰ھ سے ہوئی ہے جب سے ''المعتمد المستند'' چھپی۔ ان عبارات کو بغور نظر فرماؤ اور اللہ و رسول کے خوف کو سامنے رکھ کر انصاف کرو، یہ عبارتیں فقط اُن مُفتریوں کا افترا ہی رَد نہیں کرتیں بلکہ صراحۃً صاف صاف شہادت دے رہی ہیں کہ ایسی عظیم احتیاط والے نے ہرگز ان دشنامیوں کو کافر نہ کہا جب تک یقینی، قطعی، واضح، روشن، جلی طور سے اُن کا صریح کفر آفتاب سے زیادہ ظاہر نہ ہولیا، جس میں اصلاً، اصلاً، ہرگز، ہرگز کوئی گنجائش، کوئی تاویل نہ نکل سکی کہ آخر یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو اِن کے اکابر پر ستر، ستر وجہ سے لزومِ کُفر کا ثبوت دے کر یہی کہتا ہے کہ ''ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم نے اہلِ لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے جب تک وجہِ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکمِ اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف ساضعیف محمل باقی نہ رہے''۔ یہ بندۂ خدا وہی تو ہے جو خود ان دُشنامیوں کی نسبت (جب تک ان کی دُشنامیوں پر اطلاعِ یقینی نہ ہوئی تھی) اُٹھتر وجہ سے بحکمِ فقہائے کرام لزومِ کفر کا ثبوت دے کر یہی لکھ چکا تھا کہ ''ہزار ہزار بار حاش للہ، میں ہرگز انکی تکفیر پسند نہیں کرتا''۔ جب کیا اُن سے کوئی ملاپ تھا اب رنجش ہوگئی؟ جب اُن سے جائیداد کی کوئی شرکت نہ تھی اب پیدا ہوئی؟ حاش للہ مُسلمانوں کا علاقۂ محبّت و عداوت، صرف محبّت و عداوتِ خدا اور رسول ہے، جب تک ان دشنام دہوں سے دشنام صادر (۱) نہ ہوئی یا اللہ و رسول کی جناب میں ان کی دشنام (۲) نہ دیکھی سُنی تھی، اُس وقت تک کلمہ گوئی کا پاس لازم تھا، غایت احتیاط سے کام لیا حتیٰ کہ فقہائے کرام کے حکم سے طرح طرح ان پر کفر لازم تھا مگر احتیاطاً اُن کا ساتھ نہ دیا اور متکلمینِ عظام کا مسلک اختیار کیا۔ جب صاف صریح انکارِ ضروریاتِ دین و دشنام دہی ربّ العلمین و سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم اجمعین آنکھ سے دیکھی تو اب بے تکفیر چارہ نہ تھا کہ اکابر ائمۂ دین کی تصریحیں سُن چکے کہ مَنْ شَکَّ فِی عَذَابِہٖ وَ کُفْرِہٖ فَقَدْ کَفَرَ ''جو ایسے کے معذّب و کافر ہونے میں شک کرے خود کافر ہے''۔ اپنا اور اپنے بھائیوں عوام اہلِ اسلام کا ایمان بچانا ضروری تھا، لاجرم حکمِ کفر دیا اور شائع کیا۔ وَ ذٰلِکَ جَزَاءُ الظّٰلِمِیْنَ''۔

حواشی:

(۱) جیسے تھانوی صاحب کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کی جناب میں ان کی سخت گالی ۱۳۱۹ھ میں چھپی، اس سے پہلے اپنے آپ کو سُنّی ظاہر کرتے بلکہ ایک وقت وہ تھا کہ مجلسِ میلاد مبارک و قیام میں شریک اہلِ اسلام ہوتے۔ ۱۲ کاتب عُفِیَ عَنْہ

(۲) جیسے گنگوہی صاحب و انبیٹھی صاحب کہ ان کے اتنے قول کی نسبت میرٹھ سے سوال آیا تھا کہ خدا جھوٹا ہوسکتا ہے۔ اُس کے بعد معلوم ہوا کہ شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و سلم کے علم سے زیادہ بتاتے ہیں۔ پھر گنگوہی صاحب کا وہ فتویٰ کہ خدا جھوٹا ہے جو اُسے جھوٹا کہے مسلمان سنّی صالح ہے۔ جب چھپا، نظر سے گزرا، کمال احتیاط یہ کہ دوسروں کا چھپوایا ہوا تھا اُس پر وہ تیقن نہ کیا جس کی بناپر تکفیر ہو، جب وہ اصلی فتویٰ گنگوہی صاحب کا مُہری دستخطی خود آنکھوں سے دیکھا اور بار بار چھپنے پر بھی گنگوہی صاحب نے سکوت کیا تو اُس کے صدق پر اعتبار کافی ہوا۔ یونہی قادیانی دجال کی کتابیں جب تک آپ نہ دیکھیں اُس کی تکفیر پر جزم (یقین) نہ کیا، جب تک صرف مہدی یا مثیلِ مسیح بننے کی خبر سُنی تھی، جس نے دریافت کیا اتنا ہی کہا کہ کوئی مجنون معلوم ہوتا ہے۔ پھر جب امرتسر سے ایک فتویٰ اُس کی تکفیر کا آیا جس میں اُس کی کفریہ عبارتیں بحوالہ صفحات منقول تھیں۔ اُس پر بھی اتنا لکھا کہ ''اگر یہ اقوال مرزا کی تحریروں میں اسی طرح ہیں تو وہ یقینا کافر''۔ دیکھو رسالہ ''السوء والعقاب علی المسیح الکذاب'' صفحہ ۱۸۔ ہاں جب اُس کی کتابیں بچشم خود دیکھیں اُس کے کافر مُرتد ہونے کا قطعی حکم دیا۔ ۱۲ کاتب عُفِیَ عَنْہ''

(تمہید ایمان مع خلاصہ فوائدِ فتاویٰ صفحہ ۴۱ تا ۴۴ مطبوعہ مطبع اہل سنت و جماعت، واقع بریلی)

□□□

خطا کا حقیقی مفہوم اور بے علموں کی جرأت خطا

مولانا محمد زاہد رضا ثقافی: استاذ دارالعلوم مخدومیہ ردولی شریف

خطا عربی زبان میں ثلاثی مجرد کے باب سے مشتق اسم ہے۔ اردو زبان میں عربی سے ماخوذ ہے اور بطور اسم ''صواب کی ضد، معینہ اصول کے خلاف بات، غلطی، قصور، بھول، چوک'' کے معنی میں مستعمل ہے اور شریعت اسلامیہ کے متفقہ اصول وضوابط میں سے ہے کہ اس بھول چوک کا احتمال اللہ جل مجدہٗ الکریم اور اس کے فرشتے اور انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے سوا ہر ایک میں ہے۔ اعلیٰ حضرت سرکار فرماتے ہیں

''خطا اور اصابت آدمی کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ فہم بعضے بعید ہوتے ہیں اور بعضے قریب اور آدمی خطا بھی کرتا ہے اور صواب بھی۔ ہر عاقل مسلمان جانتا ہے کہ نوع بشر میں عصمت خاصہ انبیا ہے نبی کے سوا کوئی کیسے ہی عالی مرتبے والا ایسا نہیں جس سے کوئی ضعیف خلاف دلیل یا خلاف جمہور نہ صادر ہوا ہو۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم)

اور حضرت صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی بہار شریعت میں رقم طراز ہیں: نبی کا معصوم ہونا ضروری ہے اور یہ عصمت نبی اور ملک کا خاصہ ہے کہ نبی اور فرشتے کے سوا کوئی معصوم نہیں۔ علامہ تفتازانی شرح عقائد نسفی فرماتے ہیں **المجتھد قد یخطی و قد یصیب** مجتہد کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی درستگی کو پہنچتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر کسی کی زبان وقلم میں لغزش آتی ہے تو علمائے کرام لفظ خطا، سہو، تطفل اور بھول چوک جیسے الفاظ سے اس کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور اس توجہ دلانے کو کسی بھی دور میں گستاخی نہیں کہا گیا ہے۔ بلکہ اس وقت علما تو یہ تحریر فرماتے ہیں کہ یہ ایسی خطا ہے جس پر اللہ جل مجدہٗ الکریم اپنے بندوں سے مواخذہ نہ فرمائے گا۔

شیخ المحققین سید العلماء المدققین سند الفضلاء برکات النبلاء علامہ عبدالحق محدث دہلوی رضی اللہ عنہ اپنی مقبول تصنیف ''مدارج النبوۃ'' میں رقم فرماتے ہیں:

اس امت کے خصائص میں سے یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اس امت کو خطا ونسیان اور ہر وہ عمل جو جبر واکراہ سے سرزد ہو، ان سب کے مواخذہ سے بری فرمایا۔ بلاشبہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: **ان اللہ تعالیٰ رفع عن امتی الخطاء والنسیان وما اکرہ علیہ**۔ (رواہ احمد وابن حبان والحاکم وابن ماجہ) مدارج النبوۃ مترجم۔ ج(۱) ص(۲۷۴)

اعلیٰ حضرت سرکار رضی اللہ عنہ تحریر فرماتے ہیں: خطا ونسیان تو نبی کریم ﷺ کی امت سے اٹھالیا گیا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ مترجم)

خطا کی نسبت کرنے میں توہین ہرگز نہیں۔ حضرات صحابہ کرام کے درمیان اختلافات رونما ہوئے۔ بعد کے آنے والے علماء کرام نے حق جن کی طرف تھا ان کی نشاندہی کی اور مدمقابل کی خطا کو خطائے اجتہادی قرار دیا اس کی متعدد مثالیں کتب معتمدہ میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ بطور مثال فتاویٰ رضویہ شریف سے چند عبارتیں تلخیص کے ساتھ پیش کی جارہی ہیں۔

صحابہ کرام حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے جنھوں نے

مشاجرات ومنازعات کئے ہم اہل سنت میں حق جانب مولیٰ علی رضی اللہ عنہ مانتے اوران سب کو مورد لغزش برغلط وخطا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بدرجہاان سے اکمل واعلیٰ جانتے ہیں۔

سوال: کیا حضرت امیر معاویہ بمقابلہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ باغی یا خطار کار تھے یا بطور اجتہاد ان کی رائے مختلف تھی؟

جواب: اس کا جواب بھی جواب اول سے واضح ہو چکا، بلاشبہ ان کی خطا خطائے اجتہادی تھی۔

مذکورہ عبارت کا مطالعہ کرنے کے بعد کیا کوئی عقل وخرد سے تعلق رکھنے والا یہ کہ سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت سرکار نے (معاذاللہ معاذاللہ) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ ساتھ دیگر صحابہ کرام کی طرف خطا کی نسبت کرکے ان کی شان میں توہین کی ہے۔کیا صحابہ کرام سے بڑھ کر کوئی ولی ہوسکتا ہے؟حضور صدر الشریعہ اس کی صراحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ کوئی ولی کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہوکسی صحابی کے درجے کونہیں پہونچ سکتا۔

اب صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے بعد مجدد اعظم اعلیٰ حضرت سرکار کی کچھ عبارتیں اپنے وقت کے اجلہ علماء کرام کے تعلق سے ملاحظہ کرلی جائیں

آپ رقم فرماتے ہیں: (۱) ردالمختار میں اس مقام پر قلمی خطاواقع ہوئی ہے۔(۲) صاحب تذکرہ کا اسے تائے تانیث کے ساتھ بتانا خطا ہے۔(۳) اگر امام اسحاق سے ایک دو حدیثوں میں خطاواقع ہوجائے تو کوئی تعجب کی بات نہیں اوراس قدر کثیر روایات میں اتنی تھوڑی سی خطا سے کون معصوم ہے (۴) **بل هو الذی اخطأوارتکب فی کلامهم ایضا** بلکہ انہوں (علامہ لکھنوی) نے ہی خطا کی اورکلام جمہور میں بھی ایک زائد بات ماننے کا ارتکاب کیا۔(۵) پاک ہے وہ جس نے ان اکابر (اکابر کی فہرست اورانکی عظمت وفضیلت ضرورت پر بیان کی جائے گی) سے اس جیسی ظاہر چیز بھلادی،خطا سے پاک صرف اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کا کلام ہے۔(۶) کنز العمال کے مطبوعہ نسخہ میں عبداللہ بن عقیل اپنے والد ماجد اوران کے دادا عقیل سے راوی جبکہ یہ خطا ہے اورصحیح یہ ہے عبداللہ بن محمد بن عقیل ۔(۷) آپ نے اپنے رسالہ ''حاجز البحرین'' میں ایک جگہ حاشیہ میں صحیحین کے ۱۳۱۱ ایسے راویوں کے نام شمار کرائے ہیں جن کے بارے میں اسماء الرجال کی کتابوں میں اخطایا کثیر الخطا کے الفاظ وارد ہیں۔

اس طرح کی عبارتیں علمافقہا کے یہاں عام ہیں ۔کیا کوئی عاقل اور پڑھالکھا آدمی تصور کرے گا کہ یہ الفاظ گستاخی کے ہیں اور ان بزرگوں نے علمافقہااورمشائخ کی شان میں توہین کی ہے۔؟

دراصل بات یہ ہے کہ فقہائے کرام کی سنت جار یہ ہے کہ وہ اپنے بڑوں کے ادب کوملحوظ رکھتے ہوئے ان سے ہونے والی بھول چوک کولفظ خطا سے بیان کرتے ہیں اوراس کی بے شمار نظریں عربی کتب معتمدہ سے بیان کی جاسکتی ہیں جیسے علامہ علاء الدین کاسانی اپنی کتاب مستطاب ''بدائع الصنائع'' میں نقل فرماتے ہیں **فقال سعید بن المسیب اخطا شریح:** سعید بن مسیب نے فرمایا کہ شریح نے خطا کی۔سعید بن مسیب اورعلامہ قاضی شریح کے فضائل ومناقب سے ہر پڑھالکھا انسان واقف ہے۔شرح وقایہ کے مصنف حضرت علامہ عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ اپنے استاذ صدرالشریعہ کی تعریف وتوصیف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں مولانا الاعظم استاذ علماء العالم صدر الشریعہ۔ان الفاظ سے آپ کی قدرومنزلت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ القاب آپ کواس وقت ملے جب مولوی کالقب بڑا ہی معظم لقب تھاایسی معظم ہستی کے تعلق سے ردالمختار میں علامہ ابن کمال کے یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔**وردہ ابن کمال حیث قال فی منهواته: اخطا صدر الشریعه حیث زعم ان المعتبر ههنا العلم بمعنی الیقین قال ابن کمال فی هامش شرحه: اخطا صدر الشریعه فی تخصیص اعدام الرضا بغیر الملجئی۔**

سوشل میڈیا کے تراشے

امام محمد رحمۃ اللہ جو محرر مذہب امام اعظم بوحنیفہ ہیں جن کے فضائل وکمالات تقویٰ وطہارت کا اعتراف پوری دنیا کرتی ہے۔ان کے تعلق سے شمس الائمہ علامہ سرخسی یوں رقم طراز ہیں۔ویجوز ان محمدا اخطأ فی هذا التخریج کہ ممکن ہے امام محمد سے اس تخریج میں خطا ہوئی ہو۔آپ ہی کے تعلق سے امام یوسف کا یہ قول بھی نقل کیا جاتا ہے۔ اخطأ محمد فی ثلاث مسائل۔

امام بخاری کو کون نہیں جانتا ہے۔آپ کے فضائل ومناقب سے کون نہیں واقف ہے۔مگر اس کے باوجود ابن ابی حاتم نے امام بخاری کی خطاؤں کو بیان کرنے کے لئے مکمل ایک باب ہی اپنی کتاب میں باندھا ہے۔باب کا نام ہے فی بیان ما اخطأ فیه البخاری

آمدم برسر مطلب:

ان مذکورہ عبارات سے یہ بات خوب روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ بزرگان دین سے اگر کسی مسئلہ شرعیہ کے بیان کرنے میں چوک ہوجائے تو ان کی طرف خطا کی نسبت کرنا گستاخی نہیں ہے بلکہ اس کی نشاندہی کرنا علمائے حق کا وطیرہ ہے تاکہ ان کے معتقدین غلطی کا ارتکاب نہ کربیٹھیں۔ایسا ہی معاملہ تاج الشریعہ بدر الطریقہ قاضی القضاۃ فی الہند علامہ اختر رضا ازہری مدظلہ العالی کے ساتھ بھی پیش آیا آپ سے سائل نے سجدہ تحیت کے جواز اور عدم جواز کے متعلق سوال کیا اور تاج الاولیا حضرت محبوب الٰہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو اس سلسلے میں موقف تھا اسکو بھی نقل کیا۔آپ نے عالمانہ جواب دیا اور اپنے فتویٰ مبارکہ کو مختلف کتب فقہیہ کے حوالجات سے مزین کیا اور سجدہ تحیت جو متفقہ طور پر حرام ہے اس کی حرمت کو ثابت فرما کر آپ نے حضور محبوب الٰہی کی تعریف وتوصیف کی اور فرمایا کہ ''ان حضرات سے اس مسئلہ میں لحظا ایسا ہوگیا نہ کہ انہوں نے دانستہ حق کو چھوڑا اور باطل کو اپنایا'' اس عبارت کو بار بار پڑھ کر دیکھئے کہ کس لفظ سے سرکار محبوب الٰہی کی شان میں توہین ہورہی ہے؟ حضور تاج الشریعہ نے صرف لفظ خطا پر ہی اکتفا نہ فرمایا بلکہ اس کی توضیح وتشریح بھی فرمادی کہ خطا کا وقوع آپ رضی اللہ عنہ سے غیر دانستہ طور پر ہے۔مگر اس کے باوجود علم وفن اور آداب علما سے کورے مولانا سنابل اور جناب فرید الحسن چشتی صاحب چیلنج کررہے ہیں کہ اس میں تاج الشریعہ نے حضور محبوب الٰہی کی شان میں توہین کی ہے۔حالانکہ ادنیٰ علم رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ یہ ایسی خطا ہے جس پر مواخذہ بھی نہیں ہے پھر اس کی نسبت میں توہین کیسی۔

الحمدللہ تاج الشریعہ کو اللہ عزوجل نے ایسا علم لدنی عطا فرمایا ہے جس کا اعتراف آج عرب وعجم کے چوٹی کے علما کو ہے یہی وجہ ہے کہ عراق، مصر، شام اور علمائے حرمین آپ کے موقف کی تائید کرتے ہیں اور مسائل شرعیہ کے حل میں آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں وذالك فضل الله يوتيه من يشاء۔

آخر میں راقم الحروف بڑے ہی صاف اور واضح لفظوں میں جناب سنابل رضا اور ان کے ہم پیالہ وہم نوالہ مصاحبوں کہتا ہے کہ حضور تاج الشریعہ کا فتویٰ عالمانہ طور پر ہے اس میں محبوب الٰہی کی شان میں توہین کا شائبہ بھی نہیں ہے پھر بھی اگر آپ حضرات کو سمجھ میں نہ آرہا ہو تو جہاں کہیں راقم الحروف اندھوں کو ان کے گھر تک پہونچانے کے لیے تیار ہے۔آپ پچیس لاکھ کی بات کرتے ہو اگر آپ نے تاج الشریعہ کی عبارت کو گستاخانہ ثابت کردیا آپ کو دوگنا انعام دیا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حق سمجھے اور مسلک اعلیٰ حضرت ومشرب شیر بیشۂ اہل سنت وحضور مشاہد ملت رحمہم اللہ پر گامزن رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

□□□